Digitized By Khilafat Library Rabwah
یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ
جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
مدیر
منیر احمد جاوید
دسمبر ۱۹۸۴ء
قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی
ماهنامه
ربوه
خالد
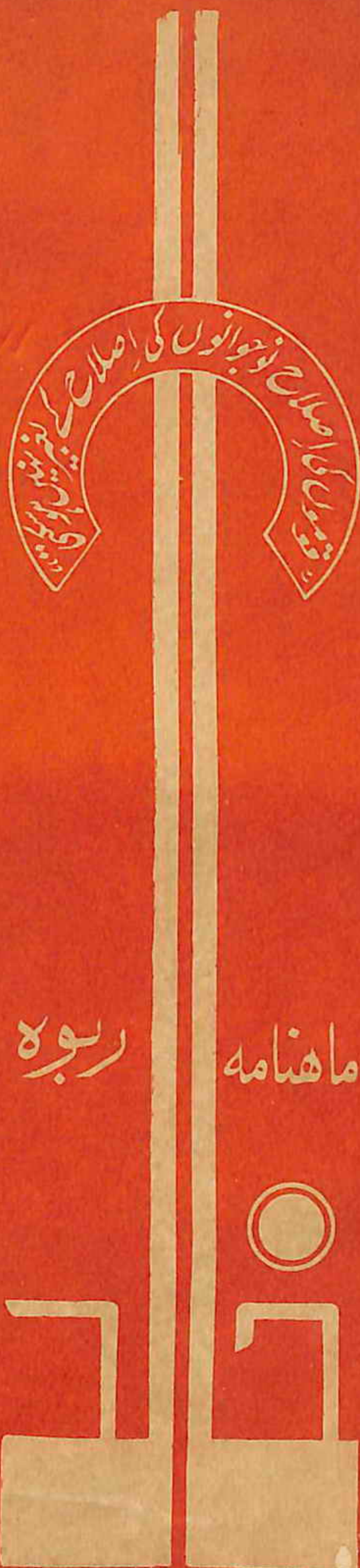
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاستبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

مدیر
منیر احمد جاوید

نائب مدیر
عبدالسمیع خان

معاونین
محمود احمد شاد۔ محمد عثمان
مشہود احمد ظفر

ماہنامہ خالد ربوہ

فتح ۱۳۶۳ ہش دسمبر ۱۹۸۴ء

اس شمارہ میں

- لا الٰہ الا اللہ ۔۔۔ صـ ۲
- صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ ۳
- تبرکات ۔۔۔ ۴
- معزز لوگوں کا احترام ۔۔۔ ۵
- صبر جمیل ۔۔۔ ۶
- عدل فاروق رضی اللہ عنہ ۔۔۔ ۷
- نماز تہجد کے لئے اُٹھنے کے تیرہ طریق ۔۔۔ ۱۱
- توکل ۔۔۔ ۱۷
- کل العلم فی القراٰن ۔ القمر (آخری قسط) ۔۔۔ ۱۹
- ابو دلامہ اور جنگ ۔۔۔ ۲۵
- جدید سائنس کے کمالات ۔۔۔ ۲۹
- بوڑھوں کی یونین (طنز و مزاح) ۔۔۔ ۳۳
- غذا یا خوراک (طب و صحت) ۔۔۔ ۳۷

نیز اپنی معلومات بڑھائیے اور منظومات

جلد ۳۲ ـــــ شمارہ ۱۲

قیمت سالانہ: ۲۵ روپے
ماہانہ: ۲ روپے ۵۰ پیسے

پبلشر:۔ مبارک احمد خالد — پرنٹر:۔ سید عبدالحی — مطبع: ضیاء الاسلام۔ ربوہ
مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی۔ ربوہ — رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۳۰

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

ہے درد دل کی دوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ　　ہے دستِ قبلہ نما لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کسی کی چشمِ فسوں ساز نے کیا جادو　　تو دل سے نکلی صدا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

جو پھونکا جائے گا کانوں میں دل کے مُردوں کے　　کرے گا حشر بپا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

قریب تھا کہ میں گر جاؤں بارِ عصیاں سے　　بنا ہے لیک عصا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

گرہ نہیں رہی باقی کوئی مرے دل کی　　ہوا ہے عقدہ کشا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

ترا تو دل ہے صنم خانہ پھر تجھے کیا نفع　　اگر زباں سے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

حضور حضرتِ دیّاں شفاعتِ نادم　　کرے گا روزِ جزا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

زمیں سے ظلمتِ شرک ایک دم میں ہوگی دُور　　ہوا جو جلوہ نما لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

ہزاروں ہوں گے حسیں لیک قابلِ اُلفت　　وہی ہے میرا پیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

نہ دھوکا کھائیو ناداں کہ شَشْ جہات میں بس　　وہی ہے چہرہ نما لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

چھپی نہیں کبھی رہ سکتی وہ نگہ جس نے　　ہے مجھ کو قتل کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

بروزِ حشر سبھی تیرا ساتھ چھوڑیں گے　　کرے گا ایک وفا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

ہزاروں بلکہ ہیں لاکھوں علاجِ رُوحانی　　مگر ہے رُوحِ شفا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

(کلامِ محمود)

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

مکرم ڈاکٹر مرزا محمد یوسف ایاز صاحب
(بدوملہی)

ذاتِ محمدؐ نورِ مجسّم — مہرِ رسالت فخرِ دو عالم
بحرِ سخاوت، امن کے قلزم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

نورِ سراپا شمعِ ھدایت — رحمتِ عالم قُلزمِ شفقت
سب سے اعلیٰ ذات مکرّم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

مخزنِ رحمت، مصدرِ حکمت — گنجِ سعادت بحرِ سخاوت
نور کے عنواں سیّد اعظم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

مشعلِ عرفاں حاملِ قرآں — نور کے عنواں سایۂ رحماں
ہادیٔ برحق شاہِ معظّم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

حسن و ادا میں مہرِ درخشاں — عشق و وفا میں ماہِ تاباں
علم و عمل میں رہبرِ عالم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

ساقیٔ کوثر — صاحبِ عظمت نور کے مظہر
رحمتِ یزداں محسنِ اعظم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اوّل و آخر سرورِ عالم — دنیا و دیں میں سب سے مقدّم
ماہِ نبوّت نیّرِ اعظم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

برتر آپؐ کی ہے سرداری — فیض رہیں گے آپؐ کے جاری
آپؐ ہیں سب نبیوں کے خاتم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

تبرکات

ایک عالم کو زندہ کرنے والا نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

"وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً وعملاً وصدقاً وثباتاً دکھلایا اور انسانِ کامل کہلایا۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دُنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مَرا ہوا اُس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دُنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔" (اتمام الحجۃ)

نبیوں کا سردار — رسولوں کا فخر
محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جواں مرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اِس سے ہزاروں برس تک نہیں مِل سکتی تھی۔"

(سراجِ منیر)

معزّز لوگوں کا احترام

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ :- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا آدمی آئے تو اس کا واجبی احترام کیا کرو۔

تشریح :- قوموں اور ملکوں کے درمیان بھی اختلافات ہوتے رہتے ہیں مگر ان اختلافات کے زہر کو کم کرنے کا بہترین ذریعہ ایک دوسرے سے حُسنِ اخلاق سے پیش آنا ہے اور اس تعلق میں دوسری قوموں اور پارٹیوں کے لیڈروں کا واجبی احترام کرنا بڑا بھاری اثر رکھتا ہے لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بھی تمہارے پاس کسی قوم یا پارٹی کا کوئی رئیس یا لیڈر آئے تو خواہ وہ کسی مذہب و ملّت کا ہو اس کے ساتھ واجبی احترام سے پیش آؤ اور اس کے خاطر خواہ اکرام میں ہرگز غفلت سے کام نہ لو۔ اِس زرّیں ہدایت میں مہمان نوازی اور حُسنِ اخلاق اور حُسنِ سیاست تینوں صفاتِ حسنہ کا بہترین خمیر ہے۔

اِس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی اُسوہ یہ تھا کہ باوجود اِس کے کہ آپ نہایت درجہ سادہ مزاج تھے اور لباس اور خوراک میں کوئی تکلّف کا پہلو نہیں تھا مگر آپ نے بیرونی قوموں کے وفدوں کے استقبال کے لئے خاص لباس رکھا ہؤا تھا اور جب بھی کوئی وفد آتا تھا آپ اس خاص لباس کو پہن کر اس سے ملاقات فرماتے تھے تاکہ آپ باہر سے آنے والے مہمانوں کا واجبی اکرام کر سکیں۔ اور آپ کو وفود کے اکرام کا اتنا خیال تھا کہ مرض الموت میں وصیت فرمائی کہ میرے پیچھے وفدوں کے اِکرام میں کمی نہ آنے دینا۔ ایک دفعہ ایک سفیر نے آپ کے رُوبرو نہایت گستاخانہ رویّہ اختیار کیا۔ آپ نے فرمایا تم ایک قوم کے سفیر ہو کر آئے ہو اِس لئے مَیں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا مکّہ فتح ہؤا تو آپ نے عام اعلان فرمایا کہ جو شخص مقابلہ سے دست کش ہو کر اپنے گھر کے اندر بیٹھا رہے گا اور دوسروں کے گھروں میں جا جا کر سازشوں کی سکیمیں نہیں سوچے گا وہ ہماری طرف سے امن میں ہے اس پر ابوسفیان رئیسِ مکّہ نے کہا کہ مَیں قریش کا سردار ہوں میرا کچھ مخصوص اکرام بھی ہونا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ آپ کا گھر مستثنیٰ ہے پس جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھا رہے گا یا تمہارے گھر میں پناہ لے گا وہ ہماری پناہ میں ہے۔ الغرض آپؐ نے دوسری قوموں کے لیڈروں کا انتہائی اِکرام کیا اور اپنے صحابہؓ کو بھی اسکی تاکید فرمائی اور یہی وہ تعلیم ہے جو دُنیا میں امن اور دلوں کی صفائی کا

صبرِ جمیل

شان دکھلا گئے جس صبر کی مردانِ جلیل
سُن کے "بُہتان" دکھا تُو بھی وہی صبرِ جمیل
لوگ سمجھیں گے تو سمجھیں یہ خطا کا ہے ثبوت
تم سمجھ لو کہ ہے سو بات کی اِک بات "سکُوت"
شُعلہ جو دِل میں بھڑکتا ہے وبا دو اس کو
جُھوٹ پر آگ جو لگتی ہے بُجھا دو اس کو
صبر کی شان کچھ اِس طرح نمایاں ہو جائے
آپ سے آپ ہی دُشمن بھی ہراساں ہو جائے
آج جو تلخ ہے بیشک وہی کل شیریں ہے
سچ کسی نے ہے کہا "صبر کا پھل شیریں ہے"
صبر کر صبر کہ اللہ کی نصرت آئے
تیری کُچلی ہوئی غیرت پہ وہ غیرت کھائے
وہ لڑے تیرے لئے اور تُو آزاد رہے
خُوب نکتہ ہے یہ اللہ کرے یاد رہے
لَب خاموش کی خاطر وہی لَب کھولتا ہے
جَب نہیں بولتا بندہ تو خُدا بولتا ہے

دُرِّ عدن

عدلِ فاروق رضی اللہ عنہ

خاورِ مشرق اپنی آرام گاہ میں مُنہ چُھپا رہا تھا — زندانِ مصر میں کچھ قیدی صحن میں بیٹھے مختلف موضوعات پر رائے زنی کر رہے تھے کہ دو سپاہی ایک نئے قیدی کو زنجیر و سلاسل میں پابند خراماں خراماں لیکر آئے۔ نووارد کی نگاہیں جُھکی ہوئی تھیں اور چہرے سے حُزن و ملال ٹپک رہا تھا۔ جونہی وہ قریب پہنچا سب اپنی باتیں چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس سے اس کے جُرم کے متعلق پوچھنے لگے۔ اجنبی نے اِدھر اُدھر دیکھا اور ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بولا:

"آج تک تو مجھے یہی علم تھا کہ جو کوئی چوری کرتا ہے، ڈاکہ ڈالتا ہے، قتل کا مرتکب ہوتا ہے جیل بھیج دیا جاتا ہے لیکن اِس امر کا انکشاف اب ہوُا کہ بسا اوقات بے گناہ اِنسان بھی موردِ عتاب سمجھا جاتا ہے۔"

"آخر پھر بھی تمہارا کوئی جُرم تو ہو گا ہی جسکے بدلے تمہیں یہ جگہ دیکھنی نصیب ہوئی۔" قیدیوں میں سے ایک نے استفسار کیا۔

"بھائی میرا جُرم غربت اور کم مائیگی ہے۔ مَیں نے صرف اِسی قدر جُرم کیا ہے کہ عمرو بن العاص کے بیٹے عبداللہ نے میرے ساتھ گھوڑا دَوڑایا جس میں میری جیت ہوئی۔ عبداللہ آگ بگولا ہو گیا اور مجھے کوڑے مارنے لگا۔ کوڑے مارتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا مَیں امیر زادہ — گورنر کا بیٹا اور تُو ایک معمولی آدمی پھر تُو میری برابری کرے۔ جب عمرو بن العاص کو اِس واقعہ کی اطلاع ملی تو بجائے اس کے کہ وہ اصل واقعہ کی تحقیق کر کے ظلم کی بیخ کنی کرتے انہوں نے میری گرفتاری کا حکم دیا اور اسی جُرم کی سزا میں آپ مجھے یہاں دیکھ رہے ہیں۔"

"لیکن کیا تم نے اس واقعہ کی اِطلاع امیر المؤمنین کو نہیں دی؟"

"عمرو بن العاص نے مجھے جیل تک پہنچایا اب اگر مَیں اس کی شکایت لے کر عمر بن الخطابؓ کے پاس جاتا تو خدا جانے میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا۔ وہ گورنر اور مَیں ایک غریب آدمی۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔"

"نہیں نہیں۔ یہ تمہاری بھول ہے میرے بھائی! حضرت عمرؓ کے دربار میں شاہ و گدا کا کوئی امتیاز نہیں بلکہ انصاف کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھُلا ہے۔ اگر تم یہ واقعہ اُن کے کانوں تک پہنچا دیتے تو بخدا نوبت کبھی بھی یہاں تک نہ پہنچتی۔ کیا تم نے جبلہ بن الایہم امیر غسّان کا واقعہ نہیں سُنا جو ابھی تازہ ہی ہے؟"

"مَیں امیر غسّان کا واقعہ نہیں جانتا۔"

نووارد نے جواب دیا۔

"اچھا تو سنو جب جبلہ بن الایہم غسانی مشرف بہ اسلام ہونے کے لئے حج کے موقع پر آیا تو کعبہ کے طواف میں اس کی چادر کا گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آگیا۔ جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا اس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصے سے بیتاب ہوگیا اور حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی شکایت سُنکر کہا کہ تم نے جو کچھ کیا اس کی سزا پائی۔ اُس کو سخت حیرت ہوئی اور کہا "ہم اِس رُتبہ کے لوگ ہیں کہ اگر کوئی شخص ہمارے ساتھ گستاخی سے پیش آئے تو قتل کا مستحق ہوتا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا "جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اِسلام نے پست و بالا کو ایک کر دیا اور مسلمان خواہ امیر ہوں یا غریب سب برابر ہیں، جبلہ نے کہا اگر اسلام ایسا ہی مذہب ہے جس میں شریف و رذیل کی کچھ تمیز نہیں تو مَیں اسلام سے باز آتا ہوں۔ غرض وہ چھپ کر قسطنطنیہ چلا گیا اور چالیس ہزار غسانیوں کے ساتھ حملہ کی تیاری شروع کر دی لیکن حضرت عمرؓ نے اُس کی خاطر قانونِ انصاف کو نہیں بدلنا چاہا۔"

"لیکن اس سے بھی تازہ واقعہ تو خود عمرو بن العاص کا ہے" قیدیوں میں سے دوسرے نے کہا۔ جب حضرت عمرؓ کو پتہ لگا کہ عمرو بن العاص عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتے ہیں اور حکومت کے خزانے سے اپنے مصرف کے لئے روپیہ لیتے ہیں تو انہوں نے محمد بن مسلمہ کو ایک خط دے کر گورنر مصر کی جانب روانہ کیا جس میں لکھا تھا کہ "رعایا کا مال رعایا کے لئے ہی ہوتا ہے کوئی وجہ نہیں کہ تم دوسروں کے پیسے کو اپنے استعمال میں لاؤ۔ اپنی ضروریات کے لئے تم کو روپیہ بھی خود پیدا کرنا چاہیئے"۔ جب عمرو بن العاص کو یہ خط ملا تو انہوں نے نہایت حسرت سے کہا "خدا کی قدرت ہے زمانہ جاہلیت میں میرا باپ جب کمخواب کی قبا زیب بدن کرتا تھا اور زر و جواہر لُٹا دینا کھیل سمجھتا تھا تو خطاب (حضرت عمرؓ کے والد) سر پر لکڑی کا گٹھا لادے پھرتا تھا آج اُسی خطاب کا بیٹا مجھ پر حکومت جتا رہا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ مَیں ایندھن کے لئے لکڑیاں بھی خود کاٹ کر لاؤں"۔ یہ سُنکر نو وارد قیدی نے سر اُوپر اُٹھا کر کہا۔

"مَیں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ مَیں یہاں سے رِہا ہوتے ہی سب سے پہلے اپنی فریاد حضرت عمرؓ کے پاس لے کر جاؤں گا اور امیر المؤمنین اِس ظلم سے ناواقف نہیں رہیں گے"۔

"ہاں تم ضرور جانا امیر المؤمنین تمہارا انصاف کریں گے۔ بلکہ اگر تم ذرا عجلت سے کام لیتے تو یہاں تک پہنچنے کی نوبت ہی نہ آتی"۔ دو تین اشخاص نے بیک زبان کہا۔

اب رات کی تاریکی ہر سُو پھیل چکی تھی تمام قیدیوں نے اپنے اپنے کمروں کی راہ لی۔ لیکن اُس نئے قیدی کی رفتار سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس کے دل سے بہت بڑا بوجھ اُتر چکا ہے اور

اُس کے دل میں پہلی سی گھبراہٹ اور بے چینی باقی نہیں۔

قیدی خلیفۂ وقت کے دربار میں!

قید کی مدّت پوری ہو جانے کے بعد قیدی نے مدینے کی راہ لی تاکہ امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کر سکے۔ وہ اِس جگہ اجنبی تھا اور راستوں سے ناواقف۔ لوگوں سے پوچھتا پوچھتا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ اُس نے راہ میں ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا۔ جسم پر اُونٹ کے بالوں کا معمولی لباس، سفید داڑھی، نگاہیں نیچی اور باوقار چال۔ اجنبی نے قریب ہو کر سلام کیا اور وعلیکم السلام کے ساتھ ہی اجنبی کے کانوں نے ایک شفقت بھری آواز سُنی۔

"تم اِس جگہ نَووارد معلوم ہوتے ہو۔"

"جی ہاں!"

"کہاں جانا ہے؟"

"مَیں حضرت عمرؓ کے دربار میں فریاد لے کر آیا ہوں اور مَیں نے وہاں ہی جانا ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ مَیں تمہیں وہاں تک پہنچا دوں۔"

لیکن ابھی دونوں چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ لوگوں نے امیر المؤمنین سلام، امیر المؤمنین سلام کہہ کر اجنبی کو چونکا دیا اور اُسے معلوم ہو گیا کہ جو شخص معمولی لباس پہنے محبّت سے اُس کی راہنمائی کر رہا ہے وہ خود ہی شہنشاہِ اسلام ہے۔ وہ حضرت عمرؓ کے قدموں میں گر پڑا اور کہا۔

"امیر المؤمنین! مَیں آپ کی خدمت میں ہی ایک عرض لے کر آیا ہوں۔"

خلیفۂ وقت نے شفقت سے اپنا ہاتھ اسکی پُشت پر رکھ دیا اور کہا۔

"میرے عزیز! تم تھکے ہوئے دکھائی دیتے ہو چل کر کچھ دیر آرام کرو پھر باتیں ہوں گی۔"

اور جب تھکان دُور کرنے کے بعد اجنبی نے حضرت عمرؓ کے سامنے کُل ماجرا بیان کیا تو غصّے سے آپ کا چہرہ تمتما اُٹھا لیکن اجنبی سے انہوں نے حرف اِسی قدر کہا کہ حج کے ایّام نزدیک آ رہے ہیں تم بے شک یہاں ٹھہرو اس کے بعد انشاء اللہ تمہارا فیصلہ ہو جائے گا۔ اُدھر انہوں نے عمرو بن العاص کو ایک خط بھجوا دیا کہ تم اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر حج کے موقع پر پہنچو۔ خط دیکھ کر اُنہوں نے حج پر آنے کی تیاری شروع کر دی۔ یہ بات تو کبھی اُن کے خیال میں آ ہی نہیں سکتی تھی کہ مصری کبھی مدینے پہنچ کر خلیفۂ وقت کے دربار میں بھی فریادی ہو گا۔

حج کی سعادت نصیب ہو چکی تو حضرت عمرؓ نے دُور و نزدیک سے آئے ہوئے سب افسروں کو دربار میں آنے کا حکم دیا۔ اسی دربار میں عمرو بن العاصؓ اور عبداللہ بھی آئے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے مصری کو قریب بُلایا اور ایک کوڑا اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"اب تم اپنا بدلہ لے سکتے ہو۔ جتنے کوڑے

تمہیں عبد اللہ نے لگائے تھے اتنے ہی تم اسے لگاؤ۔"

عمرو بن العاصؓ تو تلملا رہے تھے لیکن حضرت عمرؓ کے رعب کی وجہ سے کچھ بول نہیں سکتے تھے۔ جب مصری سو کوڑے لگا چکا تو بولا۔

"یا امیر المؤمنین میرا بدلہ اُتر چکا۔"

"تم اگر اِس وقت چاہو تو عبد اللہ کے باپ کو بھی کوڑے لگا سکتے ہو جس نے ظالم کو ظلم کی اجازت دی۔"

"نہیں۔ بس اِتنا ہی کافی ہے۔"

عمرو بن العاصؓ کو اب تمام واقعہ کا علم ہو چکا تھا اور وہ دِل میں شرمندہ بھی ہو رہے تھے دربار برخاست ہؤا تو اُنہوں نے حضرت عمرؓ سے معافی مانگی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"تمہیں سلطنت اِس لئے نہیں دی گئی کہ تم خدا کی مخلوق پر ناحق ظلم کرو اور ظلم کو بڑھاؤ۔ جو لوگ ماں کے بطن سے آزاد پیدا ہوئے ہیں تمہیں کوئی حق نہیں ہے کہ انہیں غلام بناؤ۔ کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں جس دن تم سے تمہاری رعایا کے متعلق پُرسش کی جائے گی۔"

تب عمرو بن العاصؓ نے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ انصاف سے کام لیں گے اور ناحق کسی پر ظلم نہیں کریں گے۔

اِس واقعہ سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو سیاست و تدبّر میں جو کمال حاصل تھا کسی فرمانروا اور مدبّر کے حالات میں اس کی نظیر نہیں مِل سکتی۔ ان کی حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آئینِ حکومت میں شاہ و گدا، شریف و رذیل، عزیز و بیگانہ سب کا ایک رُتبہ تھا اور ان کا ہر فیصلہ انصاف اور حق پر مبنی ہوتا تھا۔ کیا آج کی مادی دُنیا میں بڑے بڑے دعوے کرنے والے رہنماؤں یا قائدوں میں سے کوئی ایسی ایک بھی مثال پیش کر سکتا ہے؟

(نصرت قیوم بٹالوی)

(ماہنامہ مصباح اپریل ۱۹۵۲ء)

ضروری اِعلان

ادارہ اپنے قلمی معاونین سے التماس کرتا ہے کہ مضامین صاف، خوشخط، کاغذ کے ایک طرف اور حاشیہ چھوڑ کر لکھا کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

نمازِ تہجّد کیلئے اُٹھنے کے تیرہ ۱۳ طریق

(از رشحاتِ قلم سیّدنا حضرت مصلح موعود نوّر اللہ مرقدہٗ)

نوافل..... خدا تعالیٰ کے قُرب کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یعنی نجات کے علاوہ اعلیٰ مدارج حاصل کرنے کا موجب بنتے ہیں۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کا قُرب چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ نوافل پڑھنے پر بہت زور دے۔

پھر نوافل بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض دن میں پڑھے جاتے ہیں اور بعض رات کو۔ جو رات کو پڑھے جاتے ہیں ان کو تہجّد کہتے ہیں اور یہ زیادہ اہم ہوتے ہیں اور ایسے اعلیٰ کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی فضیلت اِس طرح بیان فرمائی ہے :-

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۔ (مزمّل ع۱)

کہ انسان کے نفس کے درست کرنے کے لئے رات کا اُٹھنا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پس اگر کوئی شخص تجربہ کرکے دیکھے گا تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح نفس کی بہت بڑی وسیع اصلاح ہو جاتی ہے اور خاص قوّت اور طاقت حاصل ہوتی ہے صحابہ کرامؓ ان پر خاص طور پر مداومت رکھتے تھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اِن نوافل کا اتنا خیال تھا کہ

باوجود ان کے نفل ہونے کے آپؐ رات پھر کر دیکھتے کہ صحابہؓ میں سے کون یہ نفل پڑھتا ہے اور کون نہیں پڑھتا۔ ایک دفعہ آپؐ کی مجلس میں عبد اللہ بن عمرؓ کا ذکر آیا کہ وہ بہت اچھا ہے۔ اس میں یہ خوبی ہے یہ صفت ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں بڑا اچھا ہے بشرطیکہ تہجّد پڑھے۔ چونکہ عبد اللہ بن عمرؓ جوان تھے اور تہجّد پڑھنے میں سُستی کرتے تھے اِس لئے آپؐ نے اِس طرح ان کو اس طرف توجہ دلائی۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اس میاں اور بیوی پر رحم ہو کہ اگر رات کو میاں کی آنکھ کُھلے تو اُٹھ کر تہجّد پڑھے اور بیوی کو جگائے کہ تُو بھی اُٹھ کر تہجّد پڑھ۔ اور اگر بیوی نہ جاگے تو پانی کا چھینٹا اس کے مُنہ پر مارے اور جگائے۔ اِسی طرح اگر بیوی کی آنکھ کُھلے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کہ خود تہجّد پڑھے اور میاں کو جگائے۔ اگر وہ نہ جاگے تو اس کے مُنہ پر چھینٹا مارے۔ دیکھو ایک طرف تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیوی کے لئے میاں کا ادب کرنا نہایت ضروری قرار دیا ہے اور دوسری طرف تہجّد کے لئے جگانے کے واسطے اگر پانی کا چھینٹا

بھی مارنا پڑے تو اس کو بھی جائز رکھا ہے۔ گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کو اس قدر ضروری سمجھتے تھے۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پھر قرآن کریم کہتا ہے کہ رات کا اُٹھنا نفس کو سیدھا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریمؐ صحابہؓ کو فرماتے کہ خواہ تہجد دو رکعت ہی پڑھو مگر پڑھو ضرور۔ پھر حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ قریب آجاتا ہے اور بہت زیادہ دعائیں قبول کرتا ہے اس لئے تہجد کا پڑھنا بہت ضروری اور بہت فائدہ مند ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تہجد (کے نوافل) پڑھنے تو ضرور چاہئیں مگر رات کو اُٹھیں کیونکر؟ اس کا ایک ادنیٰ طریق میں پہلے بتاتا ہوں۔ اگرچہ اس میں نقصان بھی ہے مگر فائدہ بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ آجکل الارم والی گھڑیاں مل سکتی ہیں۔ ان کے ذریعہ انسان جاگ سکتا ہے۔ مگر میرا تجربہ ہے کہ یہ کوئی ایسا مفید طریق نہیں ہے۔ وجہ یہ کہ چونکہ انسان کو بھروسہ ہو جاتا ہے کہ وہ مجھے وقت پر جگا دے گی اس لئے رات کو اُٹھنے کی نیکی کی طرف جو توجہ اور خیال ہونا چاہیئے وہ اس کو نہیں ہوتا۔ اگر اُسے اُٹھنے کا خیال ہوتا اور اسی خیال میں اس کی آنکھ لگ جاتی تو گویا وہ ساری رات ہی عبادت کرتا رہتا۔ اس کے علاوہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر اُٹھنے کو جی نہ چاہے تو انسان بجتے بجتے الارم کو بند کر دیتا ہے لیکن اگر نیت اور ارادہ سے سوئے گا تو وقت پر ضرور اُٹھ کھڑا ہو گا۔ پھر ایسے لوگ جو گھڑی کے ذریعہ اُٹھتے ہیں۔ وہ اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ نماز میں نیند آتی ہے۔ اس کی بھی وجہ یہی ہے کہ وہ گھڑی سے اُٹھتے ہیں نہ کہ اپنے طور پر۔ اس لئے یہ طریق کوئی مفید نہیں ہے۔ ہاں ابتدائی حالت کے لئے یا کسی خاص ضرورت کے وقت مفید ہوتا ہے۔

میرے نزدیک وہ طریق جن سے رات کو اُٹھنے میں مدد مل سکتی ہے تیرہ[۱۳] ہیں۔ اگر کوئی شخص ان پر عمل کرے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُسے ضرور کامیابی ہو گی۔ شروع میں تو ہر کام میں مشکلات ہوتی ہیں مگر آخر کار ضرور ان کے ذریعہ کامیابی ہو گی....

پہلا طریق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیچر میں قاعدہ رکھا ہے کہ جس وقت کوئی چیز پیدا ہوئی ہو وہی وقت جب دوسری دفعہ آئے تو اس چیز میں پھر جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی مثالیں کثرت سے مل سکتی ہیں۔ مثلاً انسان کو جو بیماری بچپن میں ہوئی ہو وہی بیماری بڑھاپے میں جبکہ بچپن کی حالت ہو جاتی ہے عَود کر آتی ہے۔ یہی بات درختوں اور پرندوں میں پائی جاتی ہے۔ اس قاعدہ سے رات کو اُٹھنے میں اس طرح مدد مل سکتی ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد کچھ عرصہ ذکر کرے۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ جتنا عرصہ وہ ذکر کرے گا صبح سے اتنا ہی قبل اس کی آنکھ ذکر کرنے کے لئے کُھل جائے گی۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ

لیٹنے کے بعد کسی سے کلام نہ کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد کلام کرنے سے روکا ہے۔ گو یہ بھی ثابت ہے کہ بعض دفعہ آپؐ کلام کرتے رہے ہیں مگر عام طور پر آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ اِس کا باعث یہ ہے کہ اگر عشاء کی نماز کے بعد باتیں شروع کر دی جائیں گی تو انسان زیادہ جاگے گا اور صبح کو دیر کر کے اُٹھے گا۔ اور دوسرے یہ کہ اگر وہ باتیں دینی اور مذہبی نہ ہوں گی تو انکی وجہ سے توجہ دین سے ہٹ جائے گی اِس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد بغیر کلام کئے سو جانا چاہیئے تاکہ دینی خیالات پر ہی آنکھ لگے اور سویرے کُھل جائے۔ دفتر کے کام یا اور کوئی ضروری فعل عشاء کی نماز کے بعد منع نہیں مگر یہ ضروری ہے کہ سونے سے پہلے ذکر کر لے۔ یہ دوسرا طریق ہے۔

تیسرا طریق یہ ہے کہ جب کوئی عشاء کی نماز پڑھ کر آئے اور سونے لگے تو خواہ اس کا وضو ہی ہے تو بھی تازہ وضو کر کے چارپائی پر لیٹے اس کا اثر قلب پر پڑتا ہے اور اس سے خاص قسم کی نشاط پیدا ہوتی ہے اور جب کوئی تازہ وضو کی وجہ سے نشاط کی حالت میں سوئے گا تو وہ آنکھ کُھلتے وقت بھی نشاط میں ہی ہوگا۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی روتا سوئے تو وہ چیخ مار کر اُٹھ بیٹھتا ہے اور اگر ہنستا سوئے تو اُٹھتے وقت بھی اس کا چہرہ بشاش ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح جو وضو کر کے نشاط سے سوتا ہے وہ اُٹھتا بھی نشاط سے ہی ہے اور اِس طرح اُس کو اُٹھنے میں نئی مدد ملتی ہے۔

چوتھا طریق یہ ہے کہ جب سونے لگے تو کوئی ذکر کر کے سوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رات کو ذکر کرنے کے لئے پھر اُس کی آنکھ کُھل جائے گی یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے یہ ذکر کیا کرتے تھے۔

آیۃ الکرسی۔ پھر تینوں قل ایک ایک دفعہ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونکتے اور ہاتھ سارے جسم پر پھیرتے اور ایسا تین دفعہ کرتے تھے اور پھر دائیں طرف مُنہ کر کے یہ عبارت پڑھتے

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ
وَ وَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَ
فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً
وَّ رَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَأَ وَلَا
مَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ
الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ
اَرْسَلْتَ۔

(رواہ الترمذی والبخاری)

اِسی طرح ہر مومن کو چاہیئے اور پھر چارپائی پر لیٹ کر دل میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ یا سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ یا کوئی ذکر جاری رکھنا چاہیئے حتّٰی کہ اسی حالت میں آنکھ لگ جائے کیونکہ جس حالت میں انسان سوتا ہے عام طور پر وہی حالت ساری رات اس پر گذرتی رہتی ہے۔ اِس لئے جو شخص

تسبیح وتحمید کرتے سوئے گا۔ گویا ساری رات اسی میں لگا رہے گا۔ دیکھو عورتیں یا بچے اگر کسی غم اور تکلیف میں سوئیں تو سوتے سوتے جب کروٹ بدلتے ہیں تو دردناک اور غمگین آواز نکالتے ہیں کیونکہ اس غم کا جو سوتے وقت ان کو تھا ان پر اثر ہوتا ہے لیکن اگر کوئی تسبیح کرتے کرتے سوئے گا تو جب کروٹ بدلے گا اُس کے مُنہ سے تسبیح کی آواز ہی نکلے گی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن وہ ہوتے ہیں

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا
وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔
(السجدہ ع ۲)

یعنی اُن کے پہلو بستروں سے اُٹھے رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں بظاہر تو یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوتے تھے اور دوسرے سب مومن بھی سوتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ چونکہ وہ تسبیح کرتے کرتے سوتے ہیں اِس لئے ان کی نیند نیند نہیں ہوتی بلکہ تسبیح ہی ہوتی ہے اور اگرچہ وہ سوتے ہیں مگر درحقیقت سوتے نہیں۔ اُن کی کمریں بستروں سے الگ رہتی ہیں اور وہ خدا کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں۔

پانچواں طریق یہ ہے کہ سونے کے وقت کامل ارادہ کر لیا جائے کہ تہجد کے لئے ضرور اُٹھوں گا۔ انسان کے اندر خدا تعالیٰ نے یہ طاقت رکھی ہے کہ جب وہ زور سے اپنے نفس کو کوئی حکم کرتا ہے تو وہ تسلیم کر لیتا ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کو تمام دانا جانتے آئے ہیں۔ پس تم سونے ے وقت پختہ ارادہ کر لو کہ تہجد کے وقت ضرور اُٹھیں گے۔ اِس طرح کرنے میں گو تم سو جاؤ گے مگر تمہاری رُوح جاگتی رہے گی کہ مجھے حکم ملا ہے کہ فلاں وقت جگانا ہے اور عین وقت پر خود بخود تمہاری آنکھ کُھل جائے گی۔

چھٹا طریق ایسا ہے کہ جس کے کرنے میں صرف ایسے ہی شخص کو اجازت دیتا ہوں جو یہ دیکھتا ہو کہ میرا ایمان خوب مضبوط ہے اور وہ یہ کہ وتروں کو عشاء کی نماز کے ساتھ نہ پڑھے بلکہ تہجد کے وقت پڑھنے کے لئے رہنے دے۔ عام طور پر یہ بات پائی جاتی ہے کہ انسان فرض کو خاص طور پر ادا کرتا ہے مگر نفل میں سُستی کر جاتا ہے پس جب نفلوں کے ساتھ واجب مل جائے گا تو اس کی رُوح کبھی آرام نہ کرے گی جب تک کہ اسکو ادا نہ کرے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ نفس سُستی نہیں کرے گا۔ لیکن اگر وتر پڑھے ہوئے ہوں اور تہجد کے وقت آنکھ کُھل بھی جائے تو نفس کہہ دیتا ہے کہ وتر تو پڑھے ہوئے ہیں نفل نہ پڑھے تو نہ سہی۔ مگر جب یہ خیال ہو گا کہ وتر بھی پڑھنے ہیں تو ضرور اُٹھے گا اور جب اُٹھے گا تو نفل بھی پڑھ لے گا۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے اِس

کے لئے شرط ہے کہ ایمان بہت مضبوط ہو۔ جب ایمان مضبوط ہوگا تو وتروں کے لئے ضرور اُٹھے گا ورنہ وتروں کے پڑھنے سے بھی محروم رہے گا۔

ساتواں طریق بھی انہی لوگوں کے لئے ہے جو روحانیت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں اور وہ یہ کہ عشاء کی نماز کے بعد نفل پڑھنے شروع کریں اور اتنی دیر تک پڑھیں کہ نماز میں ہی نیند آ جائے اور اتنی نیند آئے کہ برداشت نہ کی جاسکے اُس وقت سوئے۔ باوجود اس کے کہ اس میں زیادہ وقت لگے گا مگر سویرے نیند کھل جائے گی۔ یہ روحانی ورزش ہوتی ہے۔

آٹھواں طریق وہ ہے جس کا ہمارے صوفیاء میں رواج تھا۔ میں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی مگر ہے مفید۔ اور وہ یہ ہے کہ جن دنوں میں زیادہ نیند آئے اور وقت پر آنکھ نہ کھلے اُن میں نرم بستر ہٹا دیا جائے۔

نواں طریق یہ ہے کہ سونے سے کئی گھنٹے پہلے کھانا کھا لیا جائے یعنی مغرب سے پہلے یا مغرب کی نماز کے بعد فوراً۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی رُوح چُست ہوتی ہے مگر جسم سُست کر دیتا ہے۔ جسم ایک طوق ہے جو رُوح کو چمٹا ہُوا ہے۔ جب یہ طوق بھاری ہو جائے تو پھر رُوح کو دبا لیتا ہے اِس لئے سونے کے وقت معدہ پُر نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس کا اثر قلب پر بہت پڑتا ہے اور انسان کو سُست کر دیتا ہے۔

دسواں طریق یہ ہے کہ جب انسان رات کو سوئے تو ایسی حالت میں نہ ہو کہ جنبی ہو یا اُسے کوئی غلاظت لگی ہو۔ بات یہ ہے کہ طہارت سے ملائکہ کا بہت بڑا تعلق ہوتا ہے اور وہ گندے انسان کے پاس نہیں آتے بلکہ دُور ہٹ جاتے ہیں اِسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ایک بُودار چیز کھانے کے لئے لائی گئی تو آپؐ نے صحابہؓ کو فرمایا کہ تم کھا لو مَیں نہیں کھاتا۔ صحابہؓ نے کہا ہم بھی نہیں کھاتے۔ آپؐ نے فرمایا تم کھا لو میرے ساتھ تو فرشتے باتیں کرتے ہیں اِس لئے مَیں نہیں کھاتا کیونکہ انہیں ایسی چیزوں سے نفرت ہے۔

تو غلاظت کو ملائکہ بہت ناپسند کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سُناتے تھے کہ ایک دفعہ مَیں نے کھانا کھایا اور ہاتھ دھوئے بغیر سو گیا۔ رؤیا میں مَیں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب آئے ہیں اور انہوں نے مجھے قرآن کریم دینا چاہا لیکن جب مَیں ہاتھ لگانے لگا تو کہا کہ ہاتھ نہ لگانا تمہارے ہاتھ صاف نہیں ہیں۔ تو بدن کے صاف ہونے کا قلب پر بہت اثر پڑتا ہے۔ صفائی کی حالت میں سونے والے کو ملائکہ آ کر جگا دیتے ہیں لیکن اگر صفائی میں فرق ہو تو پاس نہیں آتے۔ یہ طریق جسم کی صفائی کے متعلق ہے۔

گیارھواں طریق یہ ہے کہ بستر پاک و صاف ہو۔ بہت لوگ اِس بات کی پرواہ نہیں کرتے

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ بستر کی پاکیزگی روحانیت سے خاص تعلق رکھتی ہے اِس لئے اس کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔

بارھواں طریق ایسا ہے کہ عوام کو اس پر عمل کرنے کی وجہ سے نقصان پہنچ سکتا ہے ہاں خاص لوگوں کے لئے نقصان دِہ نہیں اور وہ یہ کہ میاں و بیوی ایک بستر میں نہ سوئیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سوتے تھے لیکن آپؐ کی شان بہت بلند اور ارفع ہے۔ آپؐ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر دوسرے لوگوں کو احتیاط کرنی چاہیئے۔ بات یہ ہے کہ ہر جسمانی شہوت کا اثر جتنا زیادہ ہو اسی قدر روحانیت کو بند کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ شریعتِ اسلام نے کہا ہے کہ کھاؤ پیئو مگر حد سے نہ بڑھو۔ کیوں نہ حد سے بڑھو اِس لئے کہ شہوانی جذبہ زیادہ بڑھ کر روحانیت کو نقصان پہنچائے گا۔ پس وہ لوگ جو اپنے نفس پر قابو رکھتے ہیں وہ اگر اکٹھے سوئیں تو کوئی حرج نہیں ہوتا مگر عام لوگوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور وہ لوگ جنہیں اپنے خیالات پر پورا پورا قابو نہ ہو اُن کو اکٹھا نہیں سونا چاہیئے۔ اس طرح ان کو شہوانی خیالات آتے رہیں گے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ سوتے سوتے جماع کرنے یا پیار کرنے لگ جاتے ہیں اِس طرح روحانیت پر بُرا اثر پڑتا ہے اور اُٹھنے میں سستی ہو جاتی ہے۔

تیرھواں طریق ایسا اعلیٰ ہے کہ جو نہ صرف تہجّد کے لئے اُٹھنے میں بہت بڑا ممد اور معاون ہے بلکہ اس پر عمل کرنے سے انسان اَور بدیوں اور بُرائیوں سے بھی بچ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ سونے سے پہلے دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے دل میں کسی کے متعلق کینہ یا بُغض تو نہیں ہے اگر ہو تو اس کو دل سے نکال دینا چاہیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ رُوح کے پاک ہونے کی وجہ سے تہجّد کے لئے اُٹھ بیٹھنے کی توفیق مل جائے گی۔

(ذکرِ الٰہی صفحہ ۴۶ تا صفحہ ۵۶)

توکل

مرسلہ:۔ مکرم فضل الرحمٰن صاحب بسمل

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں :۔

"حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ ترکیہ کے سلطان عبدالحمید خان (جو معزول ہو گئے تھے) کی ایک بات مجھے بڑی پسند ہے۔ جب یونان سے جنگ کا سوال اُٹھا تو وزراء نے بہت سے عذرات پیش کر دیئے۔ دراصل سلطان چاہتا تھا کہ جنگ ہو مگر وزراء کا منشاء نہیں تھا۔ انہوں نے کہا جنگ کے لئے یہ چیز بھی تیار ہے اور وہ چیز بھی تیار ہے لیکن کسی اہم چیز کا ذکر کر کے کہہ دیا کہ فلاں اُمر کا انتظام نہیں۔ (غالباً یہی کہا ہو گا کہ تمام یورپین طاقتیں اس وقت اس بات پر متحد ہیں کہ یونان کی امداد کریں۔) اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں تو سلطان عبدالحمید نے جواب دیا کہ کوئی خانہ تو خدا کے لئے بھی چھوڑنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود اس فقرہ سے بہت لُطف اٹھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس کی یہ بات بہت پسند ہے۔ مومن کے لئے بھی اپنی کوششوں میں سے ایک خانہ خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑنا ضروری ہے۔ درحقیقت سچی بات یہ ہے کہ مومن کبھی بھی ایسے مقام پر نہیں پہنچتا بلکہ دراصل کوئی شخص بھی ایسے مقام پر نہیں پہنچ سکتا جب وہ کہے کہ اَب کوئی رَستہ کمزوری کا باقی نہیں رہا۔ اور اگر کوئی انسان کہے کہ مَیں اپنا کام ایسا مکمّل کر لوں کہ اس میں کوئی رخنہ اور سوراخ باقی نہ رہے تو یہ اس کی حماقت ہو گی۔ مگر اسی طرح یہ بھی حماقت ہے کہ انسان اسباب کو بالکل نظر انداز کر دے۔ اس وقت یورپین طاقتیں پہلی حماقت میں مبتلا ہیں اور ہم بعض دوسری حماقت میں۔ وہ ایک مکان بناتی ہیں اس کو دروازے لگاتی ہیں۔ اس پر چھت ڈالتی ہیں اور اسے پُوری طرح مضبوط کرنے کے بعد کہہ دیتی ہیں کہ اَب اُسے آگ بھی نہیں لگ سکتی۔ اسے زلزلہ بھی نہیں گرا سکتا۔ اور ہم اپنے مکان کے لئے صرف ایک دیوار بنا دیتے ہیں۔ نہ چار دیواری مکمّل کرتے ہیں نہ اس پر چھت ڈالتے ہیں نہ دروازے اور کھڑکیاں لگاتا ہے اور اسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور جب پوچھو تو کہتا ہے کہ بس خدا کے توکل پر چھوڑ آیا ہوں۔ مگر یہ توکّل نہیں۔ یہ سُستی اور غفلت کی علامت ہے۔ کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ پہلے اپنے اونٹ کا گھٹنا باندھو اور پھر خدا تعالیٰ پر توکل کرو۔ یعنی جہاں تک تم کام کر سکتے ہو کرو۔ لیکن جب سب سامان ختم ہو جائیں اس وقت تم سجدہ میں گر جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی مدد مانگو اور اس پر توکّل کرو۔ گویا جب تم ساری تدابیر اختیار کر لو اور تمہاری عقل کہتی ہو کہ اَب کوئی چیز باقی نہیں رہی اور دُنیا کے علوم کہتے ہوں کہ جتنے علاج ممکن تھے وہ ہو چکے۔ جب فراست کہتی ہو کہ اَب کوئی رخنہ باقی نہیں رہا۔ اور جب تجربہ

کہتا ہو اَب کوئی سقم نہیں رہا اس وقت تم کہو کہ اس میں ضرور کوئی رخنہ ہے جسے خداوند کریم پُورا کرے گا۔ گویا ایک توکّل علمی ہوتا ہے اور ایک عملی۔ علمی توکل وہ ہے جب تمہاری عقل اور دُنیا کی عقل اور تمہارا تجربہ اور دُنیا کا تجربہ متفقہ طور پر فتویٰ دیتا ہو کہ اَب کام مکمل ہوگیا۔ اس وقت تم کہو کہ یہ ممکن نہیں۔ ضرور اس میں کوئی رخنہ ہے۔ جسے خدا تعالیٰ پورا کرے گا۔ اور عملی توکّل یہ ہے کہ جتنے ذرائع حصول مقصد کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ تم ان سب ذرائع کو اختیار کرو۔ جتنی قربانی ممکن ہے وہ سب قربانی پیش کرو۔ لیکن اگر اس کام کی تکمیل کے لئے بعض اور سامانوں کی بھی ضرورت ہو جن کا مہیّا کرنا تمہاری استطاعت میں نہ ہو اور دُنیا کہے تم رہ گئے ہو۔ اس وقت تمہارا دل مطمئن ہو اور مایوسی تمہارے قریب بھی نہ آئے۔ تم اپنی قلیل پونجی خرچ کرتے جاؤ اور اپنے خون کا آخری قطرہ بہاتے جاؤ۔ اور یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ تم کو کبھی نہیں چھوڑے گا۔ اور تم اس کے فضل سے کامیاب ہو کر رہوگے۔ غرض ایک توکل وہ ہے کہ جب تمہارا علم اور تجربہ یہ کہتا ہو کہ اَب کوئی رخنہ نہیں رہا تم کہو کہ رخنہ ہے اور ضرور ہے۔ اور ایک وہ توکل ہے جب تم سمجھو کہ کامیابی کی کوئی صورت نہیں اور رخنے ہی رخنے نظر آرہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود خدا تعالیٰ اس کام کو کر کے رہے گا۔

غرض ایک توکل کمزوری کی حالت میں ہوتا ہے اور ایک توکل قوت کی حالت میں ہوتا ہے جو توکل قوت کی حالت میں ہوتا ہے اگر وہ صحیح ہو تو وہی اصل توکل ہے۔

توکّل ہماری عقل کے برخلاف فتویٰ دیتا ہے۔ جب عقل کہتی ہے کہ سامان مکمل نہیں تو توکّل کہتا ہے کہ تم خدا کی طرف دیکھو۔ تمہارا خدا محیّ بھی ہے۔ اور جب عقل کہتی ہے کہ اَب کوئی خطرہ نہیں تو توکّل کہتا ہے کہ تم ڈرو۔ خدا ممیت بھی ہے۔ گویا عقل جب سب کام کر لیتی ہے تو توکل کہتا ہے خدا تعالیٰ کی صفت ممیت کو نہ بھولو۔ اور جب سارے سامان رہ جاتے ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ موت آئی اور مایوسی ہی مایوسی نظر آتی ہے تو توکّل کہتا ہے کہ کیا خدا محیّ نہیں۔ پس توکّل کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی پُوری طاقت خرچ کرو۔ اور پھر خدا پر پُورا پُورا بھروسہ کرو کہ جو کمی رہ گئی ہے وہ خدا پوری کرے گا۔ اور کہو کہ ہمارا خدا ہمیں کبھی نہیں چھوڑے گا۔“

(تفسیر کبیر حصّہ پنجم جلد دوم صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱)

(آخری قسط)

كُلّ العلم فِي القرآن

القمر

مکرم مرزا محمد الدین صاحب ناز۔ استاذ الجامعہ ربوہ

چاند کی حرکت اور مدار میں گھومنا ایک سیدھے خط میں نہیں ہے بلکہ پائی تھیاس کے مطابق چاند اپنے ماہانہ سفر میں ۲۸½° شمالی اور ۲۸½° جنوبی عرض بلد کے درمیان گھومتا ہے۔ اور چاند کے مدار کے اس میلان کی وجہ سے دو قسم کا مدو جزر پیدا ہوتا ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے۔

والقمر قدرناه منازل حتّٰی عاد كالعرجون القديم۔

بس کہ چاند کی ہم نے منازل مقرر کی ہیں یہاں تک کہ وہ ہر نئے ماہ پر "عرجون قدیم" کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ عرجون ایک نو عرجن مادہ سے ہے۔ جس کا مطلب ہے ٹیڑھی خشک شاخ کی مانند۔ یہ اس کی صوری ہئیت ہے تا ہر آدمی سمجھ سکے لیکن اس کا اصل مادہ عرج ہے اور عرج کے معنی ہیں:۔

"مشى مشية غير متساوية فكان يميل جسده خطوة إلى اليمين وخطوة إلى الشمال أى مال من جانب إلى جانب"۔

کہ غیر مساوی چال چلا اور اس کا جسم کبھی دائیں اور کبھی بائیں جھکتا رہا۔ یعنی کبھی ایک جانب مائل ہوتا کبھی دوسری جانب۔ سیاروں کی حرکت کا عظیم الشان اصول کس خوبی سے بیان فرمایا۔

پائی تھیاس نے یہ بھی بیان کیا کہ مدار کی اس تبدیلی کی وجہ سے دو قسم کے مدّو جزر پیدا ہوتے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں اس سے اگلی آیت بھی حرکات میں تناسب کے بارہ میں ہے۔

لا الشمس ينبغي لها أن تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل فى فلك يسبحون۔ (ىٰسين)

لیکن اس سے اگلی آیات میں شمس و قمر کی حرکات کے نتیجہ میں مدّو جزر پیدا ہونے کا ذکر ہے۔

"وآية لهم أنّا حملنا ذرّيتهم فى الفلك المشحون۔ وان نشاء نغرقهم فلا صريخ لهم ولا هم ينقذون" (يٰسين)

کہ ان کے لئے یہ نشانی بھی ہے کہ ان کی اولادوں کو

ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور اگر ہم چاہتے تو ان کو ہلاک کر سکتے تھے۔ پھر نہ ان کی کوئی فریاد سنتا اور نہ ہی وہ چھٹکارا پا سکتے۔

قرآن کریم کے متن میں جہاں سمندر میں غرق کرنے کا ذکر آیا ہے وہ طوفان کے نتیجہ میں ہے جو مدوجزر کا لازمی نتیجہ ہے۔ گویا شمس وقمر کی حرکات کے بعد اس کے نتیجہ کو واضح فرمایا کہ زمین اور سمندر دونوں اُن کی کشش سے متأثر ہوتے ہیں۔ اور بعض سمندروں میں تو ۱۲ فٹ سے لیکر ۱۶ فٹ تک کی دیوار لہر کی اٹھتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہی مدوجزر نجات کا ذریعہ بنا تھا۔ گویا مدوجزر قوانینِ قدرت میں سے ہے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے وہی مدّو جزر غیر معمولی ہو گیا۔ اور وہ لہر اتنی اونچی تھی کہ دیوار دکھائی دیتی تھی۔ جب آپ گذر گئے تو اسی قسم کی لہر دوبارہ آگئی اور فرعون غرقاب ہوا۔ کوئی سیدھا راستہ غیر معمولی طور پر دو پانیوں کے درمیان نہیں بنا تھا۔ بلکہ فرمایا واترك البحر رهواً۔ اونچی جگہ تلاش کرتے ہوئے اس سمندر کو عبور کرو۔ زمین پر بھی چاند کے اثرات ہیں۔ پودوں کی نشوونما میں اس کو بڑا دخل ہے۔ فرمایا۔ وسخر لكم الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بأمره إنّ في ذلك لآيات لقوم يعقلون وما ذرا لكم في الأرض مختلفاً الوانه۔

قمر کو پیمانۂ وقت اور حساب وکتاب کا ذریعہ بھی قرار دیا ہے۔ فرمایا

جعل الليل سكنا والشمس والقمر حسبانًا۔

اس آیت کریمہ میں اگر حُسباناً کے معنی الحساب کے کئے جائیں تو معنی یوں ہوں گے کہ اس نے خلاء کو ساکن بنایا ہے اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے۔ قرآن کریم میں ایک اور جگہ پر بھی اس اَمر کا یوں اظہار فرمایا۔ والشمس والقمر بحسبان کہ شمس وقمر حساب اور اندازے مقرر کرنے کے لئے تخلیق کئے گئے ہیں چنانچہ قمر کے بارہ میں آتا ہے۔

THE MOON ..... WAS ONE OF MAN'S FIRST GUIDES TO THE REGULAR MEASUREMENTS OF TIME.

اور یہ بھی مراد ہے کہ شمس وقمر ایک حساب کے ساتھ چل رہے ہیں۔ اور کوئی ایک سَر مُو بھی اپنے مدار سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔

جہاں تک حساب کا تعلق ہے آئن سٹائن کا خیال ہے کہ فضا کا علم ہندسہ اقلیدسی ہے اور جہاں کوئی جاذب جسم فضا میں موجود ہو گا۔ اس فضا کا علم ہندسہ غیر اقلیدسی ہو گا۔ اقلیدسی ہندسہ سے مراد وہ حساب ہے جو کلیوں کی مدد سے حل کیا جا سکتا ہو۔ اور غیر اقلیدسی ہندسہ وہ حساب ہے جو فضا میں احاطۂ تجاذب کی وجہ سے انحناء کے نتیجہ میں معرضِ وجود میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ان دونوں قسم کے ہندسوں کے بارہ میں راہنمائی فرماتا ہے۔

ھوالّذی جعل الشمس ضیاءً
والقمر نورًا وقدّرہ منازل
لتعلموا عدد السنین و
الحساب۔ ما خلق اللہ ذٰلک
اِلّا بالحق۔

کہ وہی ذات باری ہے جس نے آفتاب کو منبعِ حرارت اور چاند کو انعکاسِ نُور کرنے والا وجود بنایا اور ان کی منازل مقرر کیں تاکہ تم لوگ سالوں کی تعداد اور حساب کے علم سے واقفیت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بعض حقائق کے اظہار کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں دو الفاظ "السنین" اور "الحساب" استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں سے الحساب تو بادی النظر میں ہی اقلیدسی ہندسہ قرار پاتا ہے۔ جبکہ السنین کا مطلب لغت میں یہ بھی لکھا ہے:۔

مایسقط من الحجر
اذا حککتہٗ

کہ السنین اس پتھّر کو کہتے ہیں جس کو المُحاکّ بنانے کیلئے گھمایا جاتاہے۔ المُحکّ قطب نما کو کہتے ہیں۔ گویا کسی مادّی وجود کا گھمانا جس سے NORTH POLE اور SOUTH POLE بن جائیں اور وہ کشش کی صفت سے متصف ہو جائے۔ چنانچہ آیت قرآنی وجعل اللیل سکناً والشمس والقمر حُسبانًا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم میں جعل اللیل سکنًا خلا کے پرسکون اور اقلیدسی ہندسہ پر مشتمل ہونے کی غمازی کرتا ہے۔ جبکہ والشمس والقمر حُسبانًا۔ جاذب جسم کے نزدیک فضا کے منحنی ہونے اور غیر اقلیدسی ہندسہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اسی لئے اس آیت کریمہ میں حسبانًا کا لفظ آیا ہے حساب کا نہیں ہے۔ یہ ایسے ربّ کا اندازہ ہے جو ہر بات کرنے پر غالب ہے۔ اور ہر چیز کے خواص اور حقائق کا اسے علم ہے تا قدرت کا ظہورِ کامل ہو۔

درج ذیل آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو اور زیادہ واضح رنگ میں بیان فرمایا ہے۔

وجعلنا اللیل والنھار اٰیتین
فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا
اٰیۃ النھار مبصرۃ لتبتغوا
فضلاً من ربّکم ولتعلموا
عدد السنین والحساب وکلّ
شیئٍ فصّلناہ تفصیلاً

(اسراء)

کہ ہم نے خلا اور تجاذبی کرّوں کو بطور نشان کے بنایا ہے۔ جہاں تجاذبی کرّہ از قسم آفتاب ہوتاہے اور اپنے ماحول میں روشنی پھیلاتا ہے وہاں ہم خلا کے نظام کو تبدیل کر دیتے ہیں تاکہ تم کو عدد السنین یعنی تجاذبی کرّے کی وجہ سے غیر اقلیدسی ہندسہ کا علم بھی حاصل ہو اور جو خلا ہے، اس کے اقلیدسی ہندسہ یعنی حساب کی معرفت بھی حاصل ہو۔ اور ہم نے صرف ایک بادی الرائے رکھنے والے شخص کے لئے تفصیل بیان کی ہے۔ بلکہ آئن سٹائن کے لئے بھی اس میں اشارات موجود ہیں۔

جیسا کہ میں نے مضمون کے شروع میں بتایا تھا کہ قرآن کریم میں خسف القمر آیا ہے۔ اور الشمس کے بارہ میں

صرف آیا ہے کہ جمع الشمس والقمر۔ اس
میں گرہن کا زریں اصول واضح کیا گیا ہے۔ خسف القمر کہہ
کر ایک بات تو یہ بتائی کہ قمر جہاں اپنی عمر میں خسوف کے مراحل
سے گذرا ہے۔ اسی طرح جب بھی گرہن واقع ہوگا تو چاند
کو ہی ہوگا۔ کیونکہ اس کی اپنی روشنی نہیں ہے اور جب وہ
گردش کے دوران تاریکی میں چلا جائے گا تو چونکہ اس
کی ذاتی روشنی نہیں۔ اس وجہ سے تاریک ہو جائے گا۔ گویا
حقیقی طور پر خسف ہوا۔ دوسری بات یہ بتائی کہ "القمر"
کو گرہن لگے گا۔ ہلال کو یا نامکمل قمر کو گرہن نہیں لگ
سکتا۔

گویا کمال پر جب چاند پہنچے گا تو گرہن لگے گا۔ اور وہ
۱۳ - ۱۴ - ۱۵ ر تاریخ ہے۔ خسف کے تین حرف رکھ کر
اس امر کی نشاندہی فرمائی کہ وہ تین روز تک ہو سکتا ہے۔
جمع الشمس والقمر میں سورج
گرہن کے بارہ میں اصولی راہنمائی فرمائی کہ اس صورت میں
بھی خسف القمر کا ہی مظاہرہ ہوگا۔ لیکن اس شکل میں کہ چاند
اور سورج کو اکٹھے ایک لائن میں جمع کر دیا جائے گا۔ اور
قمر کا تاریک وجود سامنے آنے سے ایسا معلوم ہوگا کہ
سورج کی روشنی نہیں ہے۔

یہ بھی ان تین حروف کی مناسبت سے ۲۶ - ۲۷
۲۸ ر تواریخ بنتی ہیں۔ کیونکہ اس وقت امکاناً زمین، قمر
اور شمس ایک لائن میں ہوتے ہیں۔ اور قمر درمیان میں ہوتا
ہے اور اہل زمین کے لئے گویا قمر اور شمس کو جمع کر دیا گیا
ہے۔ قرآن کریم نے سورج کے بارہ میں خسف نہ کسف کچھ
بھی استعمال نہیں کیا۔ یہ اس وجہ سے کہ سورج کی روشنی ذاتی
ہے۔ اس لئے اس کی ذات متاثر نہیں ہوتی۔ بلکہ اضافی طور
پر یوں دکھائی دیتا ہے کہ سورج کی روشنی جاتی رہی ہے۔
اور جو حدیث میں لفظ کسف استعمال ہوا ہے وہ معنوی لحاظ
سے قطع کے معنے دیتا ہے کہ گویا روشنی کی کرنوں کو کاٹ
دیا اور درمیان میں ایک OPAQUE وجود آگیا
ہے۔ اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ اس
حدیث کی تشریح میں بھی مدد ملتی ہے۔ کہ

"ینخسف القمر لاوّل لیلة
من رمضان و تنکسف الشمس
فی النصف منه"

"یعنی چاند گرہن ماہ رمضان میں ۱۳ ر تاریخ کو لگے گا جبکہ
سورج گرہن ۲۸ ر تاریخ کو لگے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہدی کے لئے
سورج اور چاند گرہن کو ایسے رنگ میں نشان ٹھہرایا ہے کہ
ایسا پہلے کبھی معرض وجود میں نہیں آیا۔ الفاظ ہیں

لم تکونا منذ خلق السموٰت
والارض۔

کہ یہ نشان پہلے کبھی ظاہر نہیں ہوا۔ نشان پر حصر
کیا گیا ہے۔ چنانچہ عام دستور اور قوانین قدرت کے مطابق
اگر چاند اور سورج گرہن ایک ماہ میں ہو تو چاند کی اپنی گرہن
کی راتوں میں سے جس روز گرہن لگے۔ اسی روز کی مناسبت
سے سورج کو گرہن لگے گا۔ لیکن حدیث کے الفاظ یہ بتاتے ہیں
کہ اس پیارے امام کے لئے چاند کی گرہن کی راتوں میں سے
پہلی رات اور سورج کی گرہن کی راتوں میں سے وسطی رات
کو گرہن لگے گا۔ پھر رمضان کا مہینہ ہوگا۔ اس بارہ میں

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

طالبِ بخشش اپنے ربّ کے حضور

ترے حضور دعاؤں میں کیوں لگا نہ رہوں
ستم رسیدہ ہوں سجدہ میں کیوں پڑا نہ رہوں

ملے نہ مژدہ ترے عفو کا مجھے جب تک
تمام رات ترے در پہ کیوں کھڑا نہ رہوں

ترا ہی بندۂ ناچیز ہوں میں جب پیارے
تو بن کے کیوں ترا اِک عبدِ باصفا نہ رہوں

گھڑی نہ آئے مجھ عاصی پہ ایک بھی ایسی
کہ تُو مرا نہ رہے اور میں ترا نہ رہوں

وہ دن چڑھے ہی نہ مجھ پر کبھی مرے خالق
کہ جب میں راہروِ راہِ مصطفےٰؐ نہ رہوں

جہاں میں حافظ و ناصر ہے جب مرا تُو ہی
تو جان و دل سے میں تجھ پر ہی کیوں فدا نہ رہوں

ہے جس نبیؐ نے کیا آشنا مجھے تجھ سے
ہمیشہ بن کے میں کیوں اُس کی خاکِ پا نہ رہوں

جب اس کا عاشقِ صادق ہی تجھکو ہے محبوب
تو اس کے عشق میں پھر کیوں میں مبتلا نہ رہوں

(مکرم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری مرحوم)

میرا محبوب

کبھی بات اُس کی سُنو دوستو!
بس اک بار اسے دیکھ لو دوستو!

وہ محبوب بس میرا محبوب ہے
نہ کچھ ایسی ویسی کہو دوستو!

ہے کیا چیز کیفیتِ جذب و حال
ذرا گیت اُس کے سُنو دوستو!

یہ ناداں کسی کا ہُوا کس لئے؟
مرے دل سے تو پوچھ لو دوستو!

سمجھ میں نہیں آ رہا تو مجھے
مرے حال پر چھوڑ دو دوستو!

مرے ساتھ ناچے گا سارا جہاں
مجھے رقص کرنے تو دو دوستو!

نہ کھیلو مرے جذبۂ شوق سے
بھرم دوستی کا رکھو دوستو!

اگر عشقِ صادق سے سرمست ہو
سرِ دار بھی حق کہو دوستو!

اگر جان و مال آبرو سے عزیز
نہ دم دوستی کا بھرو دوستو!

جہاں بھر کا ہے درد دل میں مرے
مرے درد کی داد دو دوستو!

(جناب عبدالمنان ناہید)

پولی پروپلین وون بیگز

برائے فرٹیلائزر، چینی، فیڈ وغیرہ کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں

میسرز النصرت بیگز لمیٹڈ

۶-کامران اپارٹمنٹ - ۹، ۷ فیروزپور روڈ۔ لاہور

فون ۴۱۵۰۵۵ — ۴۱۵۳۰۸

UNIVERSAL VOLTAGE STABILIZER
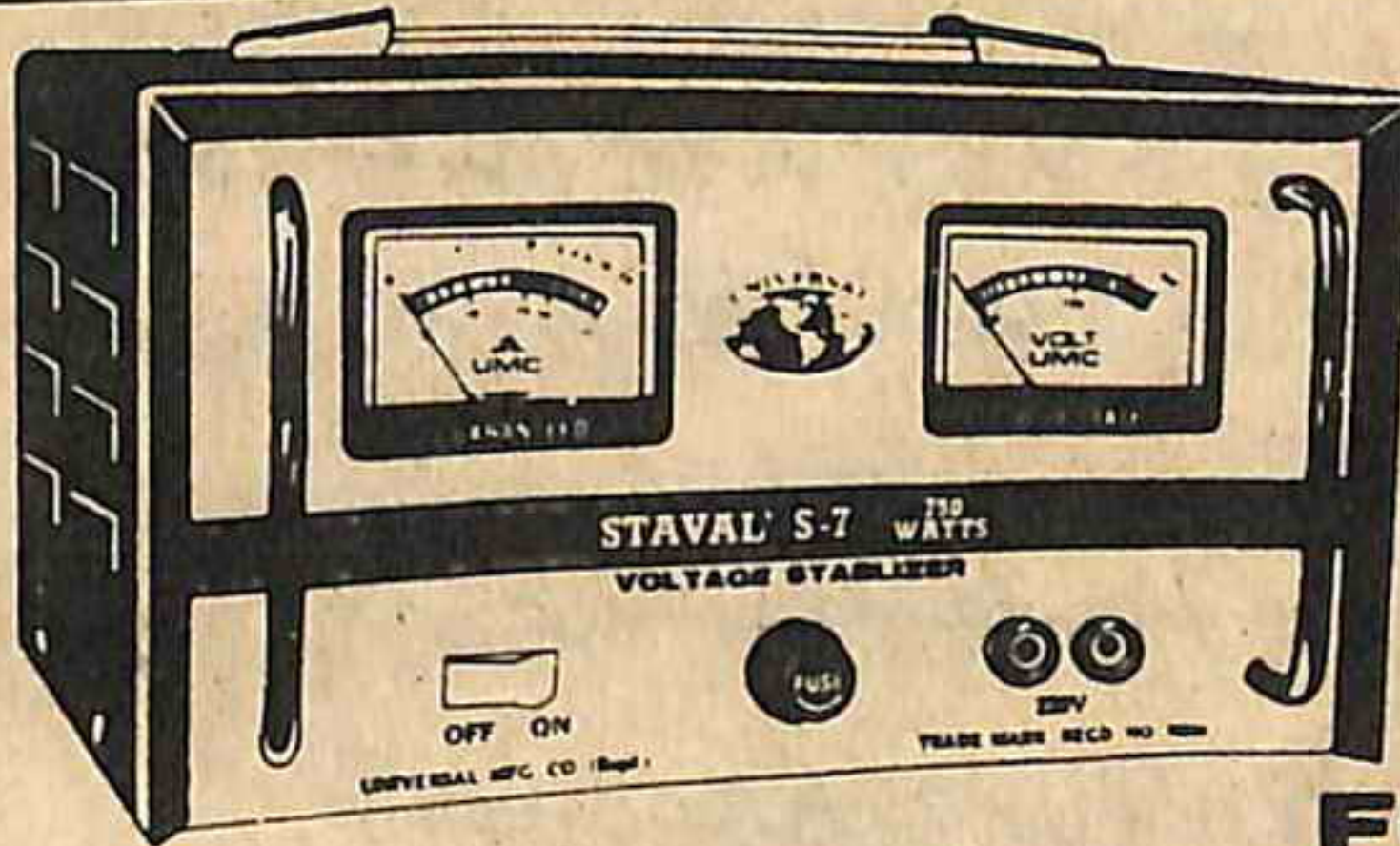
FOR

REFRIGERATORS
DEEP FREEZERS T.V. &
AIR-CONDITIONERS

یونیورسل الیکٹرونکس

۲۲ - یسین سٹریٹ

ہال روڈ - لاہور فون: ۶۱۷۶۵ / ۵۷۳۹۰ / ۳۲۳۷۵۱

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت

ابو دلامہ جنگ میں شریک ہوتا ہے

(مُرسلہ جنابِ عبد القدیر قمر۔ ربوہ)

عہدِ عباسیہ کا ایک مشہور ظریف "ابو دلامہ" لڑائی کے نام سے بہت ڈرتا تھا اور ہمیشہ دُعا کیا کرتا تھا کہ مجھے خدا لڑائی کے میدان میں نہ لے جائے خلیفہ مہدی کو اِس بات کی خبر ہو گئی کہ ابو دلامہ لڑائی سے بہت ڈرتا ہے۔ اس نے ایک روز ابو دلامہ کو بُلایا اور کہا:۔

خلیفہ۔ ابو دلامہ! روح بن حاتم (سپہ سالار) عنقریب ایک مہم پر جائے گا تمہیں بھی فوج میں شریک ہو کر اس کے ساتھ میدانِ جنگ میں جانا ہوگا۔

ابو دلامہ۔ امیر المؤمنین مَیں نہ سپاہی ہوں نہ میرے باپ دادا سپاہی تھے بھلا مجھ سے یہ کام کیسے ہوگا؟

خلیفہ:۔ تمہارا اِس لڑائی میں جانے کی سخت ضرورت ہے۔ ایک فوجی سپاہی نے رخصت لی ہے اس کی جگہ سرِ دست کوئی آدمی بھرتی نہیں ہو سکتا۔

ابو دلامہ۔ حضور مَیں کئی روز سے بیمار ہوں میری جگہ کوئی اور آدمی بھیج دیں۔ میں ایسی حالت میں کیا خاک لڑ سکتا ہوں۔

خلیفہ۔ کمبخت اَور کوئی آدمی فالتو نہیں ہے جو لڑائی پر بھیجا جائے تمہیں ہر صورت میں جانا ہوگا اگر نہ گئے تو یاد رکھنا سر قلم کیا جائے گا۔

قتل کا نام سُنکر ابو دلامہ کے ہوش اُڑ گئے اور اپنی ظرافت و ہنسی کی ساری باتوں کو بھُول گیا۔ بہتیری منت و سماجت کی کہ لڑائی سے اُسے معاف کر دیا جائے مگر خلیفہ پر اس کا کوئی منتر نہ چلا۔ ناچار مرنے پر کمر باندھی اور چار و ناچار روح بن حاتم کے ساتھ چل پڑا۔ میدانِ جنگ میں اس نے بہت سی تدبیریں کیں کہ اس کو لڑائی کے لئے نہ بھیجا جائے مگر خلیفہ نے روح کو سمجھا دیا تھا۔ یہ کیوں کر ممکن تھا کہ وہ ابو دلامہ کی بُزدلی اور نامرادی کا تماشہ نہ دیکھتا۔

جب روح نے بہت اصرار کیا تو اس نے کہا:۔

ابو دلامہ۔ میرے پاس نہ تو ایسا عربی گھوڑا ہے جیسا کہ آپ کے پاس ہے نہ ایسے عمدہ ہتھیار ہیں جیسا کہ آپ کے پاس ہیں۔ اِس صورت

میں بالکل ناممکن ہے کہ مَیں دشمن کو مغلوب کر سکوں۔ اگر میرے پاس ایسا نفیس گھوڑا اور ایسی نادر تلوار ہوتی تو مَیں ضرور دشمن سے دو دو ہاتھ کرتا۔

ابو دلامہ نے خیال کیا کہ شاید اس کڑی شرط سے میرے سر سے بلا ٹل جائے مگر روح کو ابو دلامہ کی باتوں پر بہت ہنسی آئی اور کہا:۔

روح ۔ خدا کی قسم مَیں یہی گھوڑا اور یہی تلوار تمہارے سپرد کروں گا پھر دیکھوں گا کہ تم لڑائی میں کیا کیا جوہر دکھاتے ہو ــــ

روح یہ کہہ کر اپنے گھوڑے سے اُتر کھڑا ہؤا اور اپنی تلوار جو گلے میں حمائل تھی اسے دے کر کہا۔ لو اَب میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور لڑنے کے لئے تیار رہو۔

ابو دلامہ نے جب دیکھا کہ کسی طرح پیچھا نہیں چھوٹتا اور جو تدبیر کرتا ہوں وہ اُلٹی پڑتی ہے تو مجبورًا گھوڑے پر سوار ہو گیا اور تلوار گلے میں ڈال لی۔

ابھی چند لمحے ہی گذرے تھے کہ دشمن کی فوج سے ایک قوی ہیکل سپاہی میدان میں نکلا اور خلیفہ کی فوج سے للکار کر کہا کہ اگر کوئی مردِ میدان ہے تو میرے مقابلہ کے لئے باہر نکلے۔ روح نے ابو دلامہ سے کہا۔ ابو دلامہ جاؤ اور اس سپاہی کو نیچا دکھاؤ۔

ابو دلامہ ۔ یہ تو بہت قوی ہیکل ہے مَیں اس کا حریف کیونکر ہو سکتا ہوں۔ خدا کے واسطے آپ میرا خون اپنی گردن پر نہ لیں مَیں یقینًا اس کے ہاتھ سے مارا جاؤں گا۔

روح ۔ ابھی سے کیوں گھبراتے ہو۔ دو ہاتھ ہو لینے دو پھر خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ تم اس کے جوڑ کے ہو یا نہیں۔

ابو دلامہ ۔ حضور مَیں اِس کے مقابلہ سے باز آیا۔ مَیں اِس کے سامنے چڑیا سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ مَیں ایسے دیو سے کِس طرح مقابلہ کر سکتا ہوں۔ آپ کسی اَور پہلوان کو بھیجیں۔ مجھے تو بغیر مقابلہ کے ہی معلوم ہو گیا ہے کہ اگر مَیں اس کے سامنے گیا تو میری جان کی خیر نہیں۔ مَیں خلیفہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ اِس سے لڑنے کے لئے مجھے نہ بھیجیں۔

روح ۔ نہیں۔ تمہیں ضرور جانا ہو گا۔ اب جبکہ تم میرے گھوڑے پر سوار ہو۔ میری ہی تلوار تمہارے گلے میں حمائل ہے تو پھر ڈرنے اور لڑائی سے جی چُرانے کے کیا معنی؟

ابو دلامہ ۔ حضور اگر اِس گھوڑے اور تلوار کی وجہ سے مجھے اس دیو کے مقابلہ میں جانا پڑتا ہے تو آپ یہ گھوڑا مجھ سے واپس لے لیں اور یہ تلوار بھی حاضر ہے۔ یہ کہہ کر ابو دلامہ گھوڑے سے اُترنے لگا اور کانپتے ہاتھوں سے تلوار جُدا کرنے کی کوشش کی ــــ تو روح نے غصّہ سے گرج کر کہا۔

روح ۔ خبردار۔ اگر تم گھوڑے سے اُترے یا تلوار

اپنے گلے سے علیحدہ کی تو اسی وقت قتل کئے جاؤ گے۔ تمہیں اپنے حریف سے لڑنے اور مقابلہ کے لئے ہر صورت میں جانا پڑے گا۔

ابودلامہ۔ خیر اگر آپ نے مجھے قتل کرانے کی ہی ٹھان لی ہے تو مَیں بھی اپنی تقدیر پر راضی ہوں مگر آج دُنیا کی زندگی کا آخری دن اور آخرت کی زندگی کا پہلا دن ہے۔ مَیں اس دُنیا میں لَوٹ کر نہیں آؤں گا۔ اگر آپ کی یہی مرضی ہے کہ مَیں لڑنے کے لئے میدان میں جاؤں تو مَیں بھوکا ہرگز نہیں جاؤں گا اِس وقت بھوک غالب ہے اگر آپ میرے لئے کچھ کھانا منگوانے کا حکم دیں تو مناسب ہے۔ کھانا کھا کر ضرور مجھ میں طاقت آجائے گی اور مَیں اِس قابل ہو جاؤں گا کہ اگر حریف پر حملہ نہ کر سکوں تو کم از کم اس کے وار تو جھیل سکوں گا۔

روح نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ ابودلامہ کے لئے کھانا لائیں۔ نوکروں نے ایک بُھنی ہوئی مرغی اور کچھ روٹیاں لاکر ابودلامہ کے سامنے رکھ دیں۔ ابودلامہ نے کچھ کھایا اور کچھ کمر سے باندھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے حریف کی طرف چل نکلا۔ جب ابودلامہ اپنے حریف کے سامنے جا کھڑا ہوا تو اس کو معلوم ہوا کہ وہ مذہبًا خارجی ہے اور یہ تمام فوج جو خلیفہ کی فوج سے لڑنے کے لئے آئی ہے خارجیوں کی فوج ہے۔ خارجی نے ابودلامہ کو آتے دیکھ کر برچھا تان لیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس کی طرف لپکا تو یکایک ابودلامہ نے بلند آواز سے کہا۔

ابودلامہ۔ ٹھہرو ٹھہرو۔ ایسی جلدی کیا ہے۔ پہلے ایک بات سُن لو۔ پھر ہم دونوں ایک دوسرے پر وار کریں گے۔

خارجی ابودلامہ کی بات سُنکر کھڑا ہو گیا اور حیران ہو کر اس سے پُوچھا۔ تم یہاں لڑنے کے لئے آئے ہو یا باتیں کرنے؟

ابودلامہ۔ سُنو! بھائی لڑنے سے ہم ہرگز نہیں ڈرتے اور جب ہم دونوں اپنی اپنی فوج سے نکل کر میدان میں آگئے تو بے شک ایک دوسرے پر وار کرنے کے لئے آئے ہیں مگر مجھے تم سے ایک ضروری بات کہنی ہے جب تک وہ بات نہ سُن لو تم پر برچھے یا تلوار کا وار کرنا حرام ہے۔

خارجی۔ اچھا کہو وہ بات کیا ہے؟

ابودلامہ۔ تمہارا مذہب کیا ہے؟

خارجی۔ خارجی المذہب ہوں۔

ابودلامہ۔ میرا مذہب بھی یہی ہے۔ اچھا یہ بتاؤ اپنے ہم مذہب پر تلوار اُٹھانی جائز ہے یا نہیں؟

خارجی۔ ہرگز نہیں۔

ابودلامہ۔ جو تم سے لڑنا نہ چاہے کیا تم اس پر بھی حملہ کرنا جائز سمجھتے ہو؟

خارجی۔ نہیں۔

ابودلامہ۔ جب مَیں تم دونوں ہم مذہب ہیں اور مَیں تم سے لڑنا بھی نہیں چاہتا تو یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ تم مجھ پر تلوار کا وار کرو۔

خارجی ابودلامہ کی یہ بات سُنکر خاموش ہو گیا اور دیر تک کچھ سوچتا رہا ___ ابودلامہ پھر بولا۔

ابودلامہ۔ مجھے ایک بات تم سے اَور پوچھنی ہے کیا میرے اور تمہارے درمیان آج سے پہلے کبھی دشمنی ہوئی تھی؟

خارجی۔ نہیں۔

ابودلامہ۔ کیا میرے رشتہ داروں اور آپ کے رشتہ داروں میں قدیم سے کوئی عداوت چلی آتی ہے؟

خارجی۔ نہیں۔

ابودلامہ۔ اب تم ہی انصاف کرو۔ نہ میں تم سے لڑنا چاہتا ہوں نہ تمہارے مذہب اور عقیدہ کے خلاف کوئی عقیدہ اور مذہب رکھتا ہوں۔ نہ میرے اور تمہارے درمیان آج سے پہلے کوئی بات ایسی ہوئی ہے کہ جس سے دشمنی اور عداوت پیدا ہو۔ نہ میرے اور تمہارے خاندان کے درمیان قدیم سے کوئی عداوت چلی آتی ہے۔ پھر تم ہی بتاؤ میرے اور تمہارے درمیان لڑائی اور ہم ایک دوسرے پر حملہ آور ہونا نادانی اور حماقت نہیں تو اَور کیا ہے؟

خارجی۔ ابودلامہ! واقعی تم نے سچ کہا ہے۔ ہم اور تم آپس میں ہرگز نہیں لڑ سکتے۔ جب ہم اور تم آپس میں یار دوست اور بھائی بھائی ہیں تو یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ایک دوسرے پر تلوار اُٹھائیں۔

ابودلامہ۔ خدا تمہارا بھلا کرے۔ تم واقعی دُور اندیش اور سمجھدار آدمی ہو اور بہت جلد بات کی تہ تک پہنچ جاتے ہو۔ مَیں اپنے ساتھ کچھ کھانا لایا ہوں اگر تم پسند کرو تو ہم دونوں گھوڑے سے اُتر پڑیں اور زمین پر بیٹھ کر آپس میں مل کر کھائیں۔ اس سے دوستی اور محبّت میں ترقی ہوگی اور ہم کو یقین ہو جائیگا کہ جو تعلق ہم دونوں میں قائم ہوُا ہے وہ نہایت پختہ اور مضبوط ہے۔

خارجی نے اِس بات کو منظور کیا۔ دونوں اپنے گھوڑوں پر سے اُتر پڑے اور زمین پر ایک رومال بچھا کر بیٹھ گئے۔ کھانا درمیان میں رکھا گیا اور دونوں نے کھانا شروع کیا۔ جب دونوں نے کھانے سے فراغت پائی تو ابودلامہ نے دسترخوان تہ کیا اور کہا کہ ہم دونوں کو مصافحہ اور معانقہ کرنا چاہیئے اور قسم کھا کر اِس بات کا اِقرار کرنا چاہیئے کہ اگر ہماری فوج کے افسر ہم کو ایک دوسرے کے خلاف لڑنے کے لئے بھیجیں گے تو ہم انکار کر دیں گے اور میدان میں نہیں آئیں گے۔ خارجی نے ابودلامہ سے ہاتھ ملایا اور بغلگیر ہوُا اور قسم کھائی کہ اگر تم سے لڑنے پر مجبور کیا گیا تو صاف انکار کر دوں گا اور ہرگز میدان

(باقی صفحہ پر)

جدید سائنس کے کمالات

مکرم مبشر احمد صاحب احمد آباد ضلع بدین

تھوڑا عرصہ ہوا لندن میں مشہور مصری ڈاکٹر معدی یعقوب نے دس دن کی ایک بچی کے ناقص دل کی جگہ ایک نیا دل لگایا جو تین دن کے ایک بچے کا تھا۔ آپریشن کے بعد اٹھارہ دن تک یہ بچی جس کا نام ہالی روفی تھا زندہ رہی اور اپنی زندگی کے اٹھائیسویں دن جان بحق ہو گئی۔

ہالی روفی کی موت کے بعد دل کے ماہرین میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ اس بحث میں ڈاکٹر کرسچین برنارڈ نے بھی حصّہ لیا (جو دُنیا میں پہلا سرجن ہے۔ جس نے کئی برس پہلے جنوبی افریقہ میں تبدیلیٔ قلب کا پہلا آپریشن کیا تھا) بعض ماہرین کا خیال تھا کہ اتنے کم عمر مریض پر یہ آپریشن نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن ڈاکٹر یعقوب نے ان اعتراضات کو اہمیت نہ دی بلکہ ہالی روفی کے بعد ۱۴ دن کے ایک بچے کا دل تبدیل بھی کیا اور اس کے بعد چودہ دن ہی کی ایک بچی کو بھی نیا دل اور نئے پھیپھڑے لگائے یہ دونوں بچے تاحال زندہ ہیں۔

ڈاکٹر یعقوب نے کہا کہ ہالی روفی کے آپریشن نے یہ ثابت کر دیا کہ ایک نازک سے دل میں اتنی قوّتِ برداشت موجود ہے کہ اسے ایک تین روزہ بچے کے سینے سے نکالا جائے پھر اسے ایک اور اجنبی سینے میں پیوست کیا جائے اور پھر وہ اپنے نئے ٹھکانے پر پہنچ کر دورانِ خون کا وہ عمل جو قدرت نے اس کے ذمّہ لگایا ہوا ہے دوبارہ شروع کر دے اور اسے جاری رکھے۔

۴۷ سالہ ڈاکٹر یعقوب قاہرہ سے چالیس میل دُور ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ مصر۔ برطانیہ۔ ڈنمارک اور امریکہ میں تعلیم پائی۔ اس وقت تک وہ ۱۳۱ مریضوں کو نئے دل اور دوسرے اعضاء لگا چکے ہیں جن میں سے ۸۹ حیات ہیں۔ انہوں نے تبدیلیٔ قلب کا کام ۱۹۸۰ء میں شروع کیا۔ لندن کے ہیئر فیلڈ ہاسپٹل میں سرجن ہیں۔ اور ان کا ہسپتال عالمی شہرت کا مالک ہے۔

ڈاکٹر یعقوب اور ان کے ماتحت معاون سرجنوں کی فیسیں ایک ٹرسٹ میں جمع کی جاتی ہیں جو مایوس مریضوں کو بچانے کے لئے انسانی اعضاء کے حصول کے اخراجات کے لئے وقف ہے۔ اس ٹرسٹ کا ۱۹۸۴ء کا بجٹ ڈیڑھ لاکھ اٹھارہ ہزار پونڈ تھا۔ جو ابھی سے ختم ہو چکا ہے۔

تبدیلیٔ قلب کے آپریشن میں آٹھ گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر یعقوب ہر روز اٹھارہ گھنٹے کام کرتے ہیں۔ اس دوران میں انہیں اکثر انگلستان سے باہر راتوں کو پرائیویٹ ہوائی جہازوں پر یا ہیلی کاپٹروں کے ذریعے غیر ملکوں سے

انسانی اعضاء حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے۔ اِن کے معالجین کا کہنا ہے کہ اُن میں بے پناہ ہمّت اور توانائی ہے وہ تھکنے کا نام نہیں لیتے۔

چار سال قبل تبدیلیٔ قلب کے آپریشن پر قریباً بیس ہزار پونڈ خرچ اُٹھتا تھا۔ مگر اَب اوسط خرچ گر کر آٹھ ہزار پونڈ تک رہ گیا ہے۔ برطانیہ میں برطانوی باشندوں کے لئے تبدیلیٔ قلب بھی نیشنل ہیلتھ سکیم کے تحت آتی ہے۔ لیکن غیر ملکی باشندوں کو پُورا خرچ ادا کرنا پڑتا ہے۔

یہ آپریشن وہی لوگ کرواتے ہیں جو ہر طرح سے مایوس ہوں اور موت کو عذاب سے نجات کا ایک ذریعہ سمجھتے ہوں، لیکن آپریشن کے بعد ان کی زندگی میں ایسی شگفتگی آجاتی ہے جس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

از بقیہ صفحہ ۲۸

میں نہیں آؤں گا۔ یہ کہہ کر خارجی نے رکاب میں پاؤں رکھا اور جھپٹ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ابو دلامہ بھی فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوُا۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور اپنی اپنی فوج کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب ابو دلامہ اپنی فوج میں پہنچا تو روح بن حاتم نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے اس خارجی پر ایسا کیا جادو پڑھا تھا کہ وہ تمہارا ہی
لگا۔ ابو دلامہ نے وہ تمام گفتگو بیان کی جو اس کے اور خارجی کے درمیان ہوئی تھی۔ روح نے بے اختیار ایک قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستا رہا۔

از بقیہ صفحہ ۲۲

ایسے کمپیوٹرز تیار ہو گئے ہیں جو ماضی میں لگے ہوئے گرہنوں کی تاریخ اور ریکارڈ بتا دیتے ہیں۔ ان سے رابطہ کر کے صحیح صورتِ حال کا علم ہو سکتا ہے۔

الغرض قرآن کریم وہ خزینۂ گوہر ہے کہ جس کی چمک دمک پر دُنیا کی کوئی ایجاد کوئی انکشاف دھول نہیں ڈال سکتی۔ یہ وہ دفینۂ جوہر ہے کہ جس کی آب و تاب ایک عالم کو منوّر کر رہی ہے۔ لا اصغر من ذلك ولا اکبر کا ایسا دل نشین کنایات میں اظہار ہے کہ ہر کنایہ اس شعر کی مُنہ بولتی تصویر ہے۔ ؎

با الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا

انوارِ قرآنی کے بارہ میں عصرِ حاضر کی اس وجدانی کیفیّت کا عملی مظاہرہ دیکھ کر جسم کے روئیں روئیں سے یہ پُکار اٹھتی ہے۔ ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

اپنی معلومات بڑھائیے

مرسلہ: عبدالناصر منصور ربوہ

سُورج گرہن اور چاند گرہن کِس طرح واقع ہوتے ہیں؟

سورج گرہن اس وقت لگتا ہے جب چاند، سُورج اور زمین کے درمیان آجاتا ہے اور چاند کا سایہ زمین پر پڑتا ہے۔ سورج گرہن ہر مہینے نہیں لگتا کیونکہ چاند کا مدار سورج کے مدار (گذرنے والا دَور) کے ساتھ پانچ درجے کا زاویہ بناتا ہے۔

جب زمین سورج اور چاند کے بالکل درمیان آجاتی ہے تو چاند نظر نہیں آتا کیونکہ اس وقت زمین کا سایہ چاند پر پڑتا ہے اور سُورج کی روشنی چاند تک نہیں جا سکتی۔ جب زمین کا کچھ سایہ چاند پر پڑتا ہے تو جزوی طور پر چاند گرہن لگتا ہے۔ چاند گرہن اس وقت لگتا ہے جب چاند مکمل ہو۔ اٹھارہ سال اور دس دن یا گیارہ دن کے عرصے میں عموماً ۱۲ چاند گرہن لگتے ہیں۔

کیا مریخ ایک اَور زمین ہے؟

جرمِ فلکی (سیارہ) مریخ تمام اجرامِ فلکی سے زمین کے زیادہ قریب ہے۔ یہ زمین کے نصف کے لگ بھگ ہے۔ اس کا فاصلہ بھی سُورج سے زمین کے فاصلہ سے نصف ہے۔ اس کا دن ۲۴ گھنٹے اور ۳۷،۲۴ منٹ ہے۔ اس کا سال ہمارے حساب کے مطابق ۶۸۶،۷ یعنی ہمارے سال سے قریباً دوگُنا ہے۔

چونکہ مریخ زمین کی نسبت سورج سے پانچ کروڑ میل اَور آگے ہے اِس لئے سُورج کی گرمی اور روشنی ہم سے نصف پہنچتی ہے۔ اس کا درجۂ حرارت زمین کے درجۂ حرارت سے زیادہ مختلف نہیں ہے اِس لئے قابلِ برداشت ہے۔ مریخ کے درمیان میں ہمارے خطِ استوا کی طرح دِن کو درجۂ حرارت قریباً ۸۵ فارن ہیٹ ہوتا ہے اور رات کو درجۂ انجماد سے ذرا نیچے گِر جاتا ہے۔

چونکہ مریخ زمین سے چھوٹا ہے اِس لئے کششِ ثقل نسبتاً کم ہے۔ دوسرا فرق فضا سے متعلق ہے۔ وہاں پانی کے بخارات اور کاربن ڈائی آکسائیڈ ہیں۔ سردیوں میں قطبین سفید برف کی مانند دکھائی دیتی ہیں۔ گرمیوں میں برف پگھلتی معلوم ہوتی

ہے۔ ایک بہت بڑا علاقہ سرسبز دکھائی دیتا ہے۔ یہ سبز کیوں ہے؟ شاید یہ چھوٹے چھوٹے پودے دن کے وقت اپنی آکسیجن حاصل کر لیتے ہیں اور رات کو استعمال کرتے ہیں۔ قطبین پر برف کے علاوہ ہیئت دانوں نے وسیع چمکیلے سُرخ رنگ کے علاقے بھی ملاحظہ کئے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ صحرا ہیں اور بڑے سیاہ علاقوں کو سمندر تصوّر کرتے ہیں۔ سیاہ علاقوں کو پودے بھی خیال کیا جاتا ہے۔ سائنس دانوں کا یہ بھی خیال ہے کہ چمکدار علاقے معدنیات یا چٹانوں کی سطحیں ہیں۔

زمین پر بجلی کس طرح گرتی ہے؟

بادلوں میں بجلی ہوتی ہے لیکن چونکہ ہوا بجلی کا اچھا موصل نہیں اِس لئے بجلی عموماً زمین تک نہیں آتی لیکن بعض دفعہ بادل زمین کے بہت قریب آجاتے ہیں اور ان کے اور زمین کے درمیان فرق کم رہ جاتا ہے اور کوئی بلند عمارت یا درخت واسطے کا کام دیتا ہے تو بجلی تیزی سے زمین میں داخل ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ اِس کو بجلی کا گرنا کہتے ہیں۔ یہ بجلی بہت تیز قوّت کی ہوتی ہے اور چیزوں کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ لیکن اگر تار لگی ہوئی ہو تو بجلی اس تار یا بتی کے ذریعے زمین میں چلی جاتی ہے اور عمارت کو نقصان نہیں پہنچتا۔

گھروں کی وائرنگ کو کس طرح ٹسٹ کیا جاتا ہے؟ ڈسٹری بیوشن

بورڈ سے باہر آنے والی دونوں تاروں کو آپس میں ملائیں اور فیوز میں لگائیں۔ سب بتیاں ہولڈروں میں لگا کر آن (ON) کر دیں میگر کی تار ایل (L) یعنی لائن والی تار کو ان تاروں سے جوڑ دیں اور ای (E) یعنی ارتھ والی تار کو پانی کے نل، پمپ وغیرہ سے جوڑ دیں اس کے بعد میگر کے دستے کو گھمائیں اگر لیکیج موجود ہوگی تو سُوئی صِفر کی طرف حرکت کرے گی اگر لیکیج نہ ہوئی تو سُوئی صفر کی طرف حرکت نہیں کرے گی۔ اگر بالفرض لیکیج ہے تو اسکے بعد یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ کس سرکٹ میں ہے اِس مقصد کے لئے ہر سرکٹ کو ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔ دونوں پازیٹو اور نیگیٹو تاروں کو الگ کر دیں اور سوائے ایک سرکٹ کے باقی تمام سرکٹوں کے فیوز نکال دیں۔ اس کے بعد میگر کی تار کو فیوز میں لگائیں اور ہینڈل گھمائیں اگر اس سرکٹ میں لیکیج ہے تو میگر کی سُوئی صفر کی طرف حرکت کرے گی اگر لیکیج نہیں ہے تو یہ سُوئی صفر کی طرف حرکت نہیں کرے گی۔ اِس طرح ہر سرکٹ کو ٹیسٹ کریں۔ اب فرض کریں کہ کسی سرکٹ میں لیکیج ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اِس سرکٹ کے کس حصّہ میں لیکیج (رساؤ) ہے تمام سوِچ آف کر دیں اور ایک سوِچ کو آن کر کے میگر کو چلائیں اگر کِسی پوائنٹ کا سوِچ آن کرنے پر سُوئی صفر کو آئے تو وہ پوائنٹ لیک کرتا ہے۔ اِسی طرح تمام پوائنٹ ٹیسٹ کر لئے جاتے ہیں۔

☆

طنز و مزاح

بوڑھوں کی یونین

جناب صدیق سالک

"آج کل ہر کسی کے سر پر اپنے حقوق کے تحفظ کا بھوت سوار ہے۔ اسی بھوت کی زد میں بوڑھے بھی آگئے ہیں۔ انہوں نے اپنے مفاد کے تحفظ کے لئے اپنی یونین بنالی ہے۔ اس یونین کا رکن بننے کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ امیدوار زندگی کی ایسی منزل پر پہنچ چکا ہو جہاں وہ گھر والوں کے لئے مالی لحاظ سے بوجھ اور سماجی طور پر باعثِ شرم بن چکا ہو۔ یونین کے اساسی منشور میں اراکین کی کم از کم عمر سو سال رکھی گئی تھی۔ لیکن آج کل کی اوسط عمر کے پیشِ نظر ستر سال کے بوڑھوں پر بھی اس کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ دستور کی ایک شق کے مطابق کوئی رکن موت سے پہلے مستعفی نہیں ہو سکتا۔

یونین کے عہدیداروں کے انتخاب کا طریقہ کار نہایت سہل رکھا گیا ہے۔ یعنی جس کی عمر سب سے زیادہ ہو گی وہی صدر ہو گا۔ اور باقی عہدہ دار بھی سینیارٹی کے حساب سے لئے جائیں گے۔ اگر کسی بڈھے نے عہدہ کے لالچ میں اپنی عمر میں ردّ و بدل کرنے کی کوشش کی تو سزا کے طور پر تمام۔۔۔ بوڑھے اس کی درازیٔ عمر کے لئے دُعا کریں گے۔

آئین کے مطابق یونین کا ہنگامی اجلاس صرف دو صورتوں میں بلایا جا سکتا ہے۔ اوّل یہ کہ کوئی بڈھا اچانک دوبارہ شادی کا مطالبہ کر بیٹھے، دوسرے کوئی رکن سو سال کی عمر سے تجاوز کر جائے۔۔۔۔۔۔

یونین کے اصول اساسی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر اس کا کوئی رکن نئی نسل کے کسی فرد سے درخواست، التجا یا منت نہیں کرے گا۔ بلکہ یونین اجتماعی طور پر دھوکہ، دھونس اور دھمکی کے آزمودہ طریقوں پر عمل کر کے اپنی بات منوائے گی اور اگر کسی موقع پر بوڑھوں کو طاقت کا استعمال بھی کرنا پڑا تو اس سے گریز نہیں کیا جائے گا۔

بوڑھوں کی اس یونین کا ایک اجلاس حال ہی میں منعقد ہوا۔ سب سے پہلے ایک نیم مُردہ لاشہ کو چار بوڑھوں نے سہارا دے کر صدارت کی دھنسی ہوئی کرسی میں دھنسا دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے لبوں پر جنبش ہوئی جیسے وقتِ نزع کلمہ پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ لیکن ایک کہنہ مشق بوڑھے نے وضاحت کی کہ صاحبِ صدر نے جلسے کی کارروائی شروع کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ اس پر ایک اور بوڑھے نے بیٹھے بٹھائے چند آیاتِ کریمہ کی تلاوت اس لہجے میں کی گویا یہ ان کی زندگی کی پہلی اور آخری تلاوت ہو۔ تلاوت کے دوران سانس پھولنے سے بے ہوش ہو جانے کی وجہ سے جلسے کی کارروائی کچھ دیر کے لئے ملتوی کرنا پڑی۔

جلسہ دوبارہ شروع ہونے پر تقریروں کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے یونین کے سب سے نوعمر رکن ۹۵ سالہ بوڑھے نے

تقریر کا آغاز یُوں کیا۔

"مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ نئی نسل ہماری سرپرستی میں متواتر کوتاہی برت رہی ہے۔ بلکہ اس نے ہماری بہبود کے بہانے ہمیں ہمارے بنیادی حقوق سے بھی محروم کر دیا ہے۔ اگر گھر میں کوئی مہمان آتا ہے تو گھر کے تمام افراد حتّٰی کہ خواتین کا بھی اس سے تعارف کرایا جاتا ہے۔ لیکن ہمیں آمرانہ تنبیہہ کر دی جاتی ہے کہ بڑے میاں! ذرا اندر ہی رہنا باہر مہمان آئے ہیں۔ مَیں اس روز افزوں رجحان کے خلاف سخت احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کرتا ہوں کہ ہمیں بھی گھر میں باقی انسانوں جیسے حقوق دیئے جائیں۔"

اس کے بعد ایک اور مقرر اُٹھے۔ انہوں نے اپنی ہلتی ہوئی بتیسی کو نہایت اہتمام سے مُنہ میں فٹ کیا، عینک کا دھاگہ کس کر کان کے گرد لپیٹا اور فرمایا۔

مَیں بڈھوں کا یہ مطالبہ پُر زور الفاظ میں دُہراتا ہوں کہ ہمیں دانتوں اور عینکوں کا ایک ایک سپیئر سیٹ (SPARE SET) اِشو (ISSUE) کیا جائے تاکہ ایمرجنسی میں کام آسکے۔ مثلاً اگر دانتوں کا یہ سیٹ جس کے کنڈے گھس گھس کر ڈھیلے پڑ چکے ہیں، میرے مُنہ سے عین وقتِ تقریر گر پڑے تو سوائے بھو۔ بھو۔ بھونک .... ک۔ ک۔ رکے، کچھ سن ..... آئی (سنائی) نہ دے .... دے تا (آخری جملہ ادا کرتے ہوئے واقعی سیٹ گر گیا۔)

اتنے میں ایک اور بڈھا کھڑا ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے وہ دیر سے بھرا بیٹھا تھا۔ وہ اُٹھتے ہوئے یوں لڑکھڑایا جیسے پرانی گاڑی سٹارٹ ہوتے وقت لڑکھڑاتی ہے۔ اس بڈھے کا مسئلہ خضاب تھا۔ اس نے تلخ لہجے میں کہنا شروع کیا۔

وہ کیا سمجھتے ہیں کہ میک اَپ صرف عورتوں کی ضرورت ہے جس پر قیمتی زرِ مبادلہ خرچ کرنا جائز ہے۔ ہم بھی عورتوں کے خاوند رہے ہیں۔ ہمارے بھی حقوق ہیں۔ ہماری نگہداشت بھی ضروری ہے۔ (داڑھی کو کھُجلاتے ہوئے) یہ کوئی خضاب ہے؟ محفل میں بیٹھو تو ایک رنگ اور اٹھنے لگو تو دُوسرا رنگ۔ یہ مسئلہ صرف میرا مسئلہ نہیں۔ رحم داد کی مونچھیں دیکھ لو۔ ایک کالی اور دُوسری بھُوری، کریم بخش کا چہرہ دیکھو، الرجی سے کیا حال ہو گیا ہے۔ یہ مسئلہ فوری حل چاہتا ہے .....

اَب ایک اور بے تاب بوڑھا جو غالباً تقریر کی تیاری کر کے آیا تھا سر بلند ہوا۔ اس کے کفن جیسے سفید جوڑے سے کافور سے ملتی جلتی بُو آ رہی تھی۔ اس نے وصیّت کے انداز میں فرمایا۔

"موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ اگر ہے تو بھی ہمیں اس کی خبر نہیں۔ آج کل تو موت کا فرشتہ اتنا مصروف ہے کہ وہ بوڑھوں کی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔ اگر وہ مہربانی کرے تو قبر کے لئے جگہ حاصل کرنا مسئلہ بن جاتا ہے لہٰذا مَیں مطالبہ کرتا ہوں کہ قبروں کے پلاٹ الاٹ کر کے ہمیں فوراً ان کا قبضہ دلایا جائے۔ ہم دھنسی ہوئی چارپائیوں میں پڑے پڑے قبر میں لیٹنے کی کافی ریہرسل کر چکے ہیں۔ ہمیں یا تو ہمارے اصل ٹھکانے پر پہنچا یا جائے یا مصنوعی قبر سے نجات دلائی جائے۔" رٹی ہوئی تقریر کا ایک حصّہ بھول جانے کی وجہ سے فاضل مقرر نے پانی کا گلاس طلب فرمایا۔ چند گھونٹ پینے کے بعد ان کے حافظے نے دوبارہ ساتھ دینا شروع کیا۔ انہوں نے تر و تازہ لہجے میں دوبارہ فرمانا شروع کیا۔

"ہاں! مجھے نئی نسل سے یہ بھی گلہ ہے کہ وہ اپنے لئے

بنگلے اور کوٹھیاں تعمیر کروانے پر لاکھوں روپیہ خرچ کرتی ہے پھر اندرونی اور بیرونی زیبائش کے لئے پیسہ پانی کی طرح بہاتی ہے ..... لیکن ہمارے مستقل ٹھکانے یعنی قبرستان کو دیکھئے۔ خود وہاں کے باشندوں کو اس سے خوف آتا ہے۔ اِن کی اصلاح پر خصوصی توجہ دی جائے۔ (باشندوں کی نہیں بلکہ قبرستان کی) یعنی انہیں اتنا باغ و بہار بنا دیا جائے کہ اچھا بھلا انسان بھی وہاں جانے کی خواہش کرنے لگے۔ اس سے ایک تو بڑھتی ہوئی آبادی پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔ دوسرے ہمیں بھی آتے جانے والوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔ ہم اپنی قبروں کو اندر سے "نیون لائٹ" سے منوّر کرنے یا ایئر کنڈیشن کرنے کا مطالبہ نہیں کرتے۔ لیکن ہم غیر آباد جگہوں پر سنگِ مرمر کی ایک فٹ مربع کی تختی کے سہارے گزارہ نہیں کر سکتے ..... اگر ہمارے مطالبات پر ہمدردانہ غور نہ کیا گیا تو ہم مرنے سے انکار کر دیں گے اور نوجوانوں کے لئے متواتر سر دردی کا باعث بنے رہیں گے"۔

آخر میں ایک بزرگ جو اپنے وقت میں استاد یا صحافی رہے تھے کہنے لگے۔

"آج کے تمام رسائل اور اخبار اپنے قارئین کے مزاج اور ذوق کا خیال رکھتے ہیں۔ "بچوں کی دنیا"۔ "بزمِ خواتین"۔ "فلمی صفحہ"۔ "کھلاڑیوں کا صفحہ" وغیرہ۔ لیکن بڈھوں کے لئے کوئی صفحہ مخصوص نہیں ہوتا۔ ان کی کوئی دنیا نہیں، ان کی کوئی بزم نہیں .... حالانکہ سب سے زیادہ توجہ اور دلچسپی سے پورا اخبار یا رسالہ ہم ہی پڑھتے ہیں۔ ہماری ضرورتوں سے بے توجہی کی واحد وجہ یہ ہے کہ آج کل کے رسائل و اخبارات پر نوجوانوں کا قبضہ ہے۔ لیکن میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ آج کے بچے کل کے بڈھے ہیں، انہیں بھی ایک نہ ایک دن ہمارے مقام پر ہی پہنچنا ہے۔ بشرطیکہ انہوں نے اپنے انجام کو پہنچنے کے لئے کوئی شارٹ کٹ نہ ڈھونڈ لیا"۔

تھوڑی دیر کے لئے جلسہ ملتوی ہوا۔ وقفہ کے دوران بعض اراکین وہیں لیٹ گئے۔ ایک دو نے خراٹوں کی عیاشی بھی کی۔ بعض نے صرف جی کھول کر کھانسنے پر اکتفا کی۔ کسی نے پانی اور کسی نے گولی وغیرہ سے اپنے آپ کو تازہ کیا۔

صدر گرامی کو جو سارے ہنگامے کے دوران آرام دہ کرسی میں دھنسے رہے تھے، مشروب پیش کیا گیا۔ لیکن انہوں نے اسے درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ اس خلافِ معمول قناعت کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی تو پتہ چلا کہ موصوف جلسہ کی کارروائی شروع ہوتے ہی اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔"

(شکریہ طنز و مزاح ۸۴ء صفحہ ۴۵-۴۹)

مجھے آپ کی تلاش ہے
کیا آپ ——
کراچی میں رہتے ہیں۔
بے روزگار ہیں یا باروزگار ہیں۔
اپنی آمدنی شروع کرنا چاہتے ہیں یا بڑھانا چاہتے ہیں۔
فروخت کے کام سے دلچسپی رکھتے ہیں۔
—— تو ——
مجھ سے ذاتی طور پر ملیں
ملک عزیز احمد خاں ۱۰-۱۴ اے۔ بلاک نمبر ۳ گلشنِ اقبال کراچی
(سیلز مینجر اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن پاکستان)

طبّ و صحت

غذا یا خوراک

جناب ڈاکٹر سیّد ظہور احمد شاہ - ربوہ

جب خوراک اور صحت و تندرستی پر اس کے اثرات کے متعلق غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا دائرہ اُن اشیاء سے جن کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے زیادہ وسیع ہے لہٰذا ہمارے لئے اِس بات کا علم ہونا بھی ضروری ہے کہ خوراک کے ساتھ ہمارا جسم کیا سلوک کرتا ہے اور یہ امر غیر سائنسی ہوگا اگر یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ ہماری نفسیاتی بناوٹ اور خوراک کے متعلق ہمارے اعتقادات کا ہماری خوراک پر کیا اثر پڑتا ہے اور اس کے کھانے کو ہم کیسا محسوس کرتے ہیں مثلاً یہ یقین کرنا کہ دیسی مرغی اور اس کے انڈے ولایتی مرغی یا اس کے انڈوں سے بہتر ہوتے ہیں حالانکہ اِس یقین کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بہرحال اگر اس پر کافی گہرا یقین ہو کہ ہم نہ صرف اسے ہی کھائیں گے جسے ہم بہتر یقین کرتے ہیں بلکہ اس کے کھانے سے فرحت اور اطمینان نصیب ہوگا اور خود کو زیادہ صحت مند محسوس کریں گے تو ایسے خیالات پر عمل کرنے سے جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اِس لئے خوراک میں اس قسم کی تفریق کرنے والوں کے ساتھ بحث نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ ایسے لوگوں میں اکثر بہتر صحت کا احساس ہوتا ہے۔

کسی خوراک کے بنیادی اجزاء میں لحمیات، خوردنی چکنائی، نشاستہ، پانی، حیاتین، نمکیات اور کھردری یا ناقابلِ ہضم اشیاء شامل ہوتی ہیں۔ یہ تمام اجزاء کیمیاوی ہیں اِس لئے ان کی بناوٹ اور اثرات کافی حد تک معلوم ہو چکے ہیں۔ آجکل عوام اور ماہرینِ خوراک اس بحث میں مشغول ہیں کہ انسان کی روزمرّہ کی غذائی ضروریات کتنی ہیں اور پھر اِن کو حراروں یا کیلوریز یا حرارت کی اکائیوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ روزمرّہ کی کُل خوراک کے لحمیات، چکنائی اور نشاستہ میں سے کتنے حراروں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کو دن بھر کے کھانے کے اوقات میں کِس طرح تقسیم کرنا چاہیئے۔ خوراک کے ان تین بڑے اجزاء کو چھوڑ کر پانی کے سوا باقی اجزاء کی بہت قلیل مقدار میں ضرورت ہوتی ہے اور ناملائم یا کھردرے اجزاء تو دیگر اجزاء کے ہضم ہونے میں مدد دیتے ہیں کیونکہ ان کی موجودگی سے اعضائے

انہضام یعنی معدہ اور انتڑیوں میں جُستی پیدا ہوتی ہے۔ ہاضمے کے دَوران کیمیاوی ٹوٹ پھوٹ کے ذریعے لحمیات ایمی نو ایسڈز میں نشاستہ سادی شکر دل میں اور چکنائی فیٹی ایسڈز اور گلیسرول میں منقسم ہو جاتے ہیں اور جگرا ور دیگر اعضاء میں پہنچ کر جُزوِ بدن بن جاتے ہیں اور اپنی بناوٹ کے مطابق جسم کی بناوٹ اور توڑ پھوڑ کی مرمّت اور جسم میں حرارت اور قوت پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں۔

خورک کے یہ تینوں بڑے اجزاء یعنی لحمیات، نشاستہ اور چکنائی جسم کو حرارے مہیّا کرتے ہیں اور ایک عام متوازن غذا میں لحمیات کا پندرہ فیصد حصّہ درکار ہوتا ہے باقی حرارے زیادہ تر نشاستہ سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ نشاستہ کی نسبت چکنائی بہت کم استعمال کی جاتی ہے کیونکہ نشاستہ کی نسبت یہ دوگنا سے بھی زیادہ حرارے مہیا کرتی ہے، علاوہ ازیں چکنائی سے شکم سیری کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو چکنائی کے بغیر یا اس کے کم استعمال سے نہیں ہوتی اور چونکہ پھر طبیعت کھانے سے سیر ہو جاتی ہے اِس لئے اِنسان کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ لحمیات زیادہ تر گوشت مچھلی، انڈوں، پنیر اور دُودھ میں پائے جاتے ہیں اور ایک خاص مقدار میں اناج یعنی دال، گندم، چاول، مکئی وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ نشاستہ زیادہ تر روٹی، آلو، شکر، کیک، مٹھائی اور اجناس میں پایا جاتا ہے اور چکنائی دُودھ، مکھن، پنیر، گوشت، سرسوں، تِل، ناریل، مونگ پھلی، بادام اور اخروٹ وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔

خوراک کے ان تین بڑے اجزاء کے علاوہ اس میں نہایت چھوٹی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جو زندگی کیلئے اہم ہوتی ہیں اور جس طرح مشین اور سائیکل وغیرہ تیل کے چند قطروں کے بغیر آسانی سے نہیں چل سکتی اور اکثر اوقات بالکل نہیں چلتی اسی طرح اِن قلیل اجزائے خوراک کے بغیر جسم کی مشین بھی نہیں چلتی ان کو وٹامن یا حیاتین کہتے ہیں۔ اِن میں سے بعض چکنائی میں حل ہو جاتی ہیں مثلاً حیاتین A۔ D۔ E اور K اور بعض پانی میں حل ہوتی ہیں اور ان میں حیاتین B مرکّب اور حیاتین C شامل ہیں۔ ان تمام حیاتین کی صحیح کیمیاوی پہچان ہو چکی ہے اِس لئے ان کو لیبارٹری میں تیار کیا جا سکتا ہے عام متوازن غذا میں یہ موجود ہوتی ہیں اور سوائے بہت ہی نامتوازن کے اِن کو الگ دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حالیہ تحقیق سے خوراک کے متعلق لوگوں کے رجحان اور واقفیت کے متعلق بعض دلچسپ حقائق سامنے آئے ہیں۔ مثلاً نصف تعداد کو معلوم تھا کہ گوشت لحمیات کا ذریعہ ہے۔ ایک تہائی لوگوں نے انڈوں کو اور ۱/۵ نے پنیر، مچھلی اور دُودھ کو لحمیات کا ذریعہ بتایا لیکن تقریباً کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ روٹی میں بھی لحمیات ہیں اور روٹی سے ۱/۵ حصّہ لحمیات حاصل ہوتے ہیں۔ یہی حال آلوؤں کے متعلق تھا حالانکہ اِن سے پانچ فیصد لحمیات حاصل ہوتے ہیں اور پھر عوام کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ آلو حیاتین C کا ایک اہم ذریعہ

ہے۔ لحمیات کا $\frac{1}{3}$ حصہ اجناس مثلاً دلیا وغیرہ اور گندم کے ان چھنے آٹے سے حاصل ہوتا ہے۔

کیلشیم یا چونا دودھ میں پایا جاتا ہے لیکن کم ہی لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ پنیر میں بھی ہوتا ہے۔ اکثر لوگ لوہے کے متعلق بھی واضح اندازہ نہیں رکھتے اور سبزیوں کو اس کا بڑا ذریعہ سمجھتے ہیں حالانکہ سبزیوں میں اس کی مقدار بہت کم ہوتی ہے مثلاً روزانہ لوہے کی جسمانی ضرورت کے لئے ایک کیلو گرام مٹر یا دو کیلوگرام گوبھی کھانا پڑے گی۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے گوشت بہترین ہے اور روٹی صرف $\frac{1}{5}$ حصہ پورا کرتی ہے۔

امیر ممالک میں لوگ اپنی پسندیدہ خوراک کے زیادہ استعمال سے موٹاپے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ موٹا شخص نہ صرف بھدا نظر آتا ہے بلکہ موٹاپا صحت کے لئے خطرناک ہوتا ہے۔ بیمہ کرنے والے موٹے شخص کے لئے اتنے ہی فکرمند ہوتے ہیں جتنا کہ ہائی بلڈ پریشر اور کثرت سے تمباکو پینے والوں کے متعلق کیونکہ ان سب میں امراضِ قلب پیدا ہونے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔ بعض لوگ محسوس ہی نہیں کرتے کہ وہ موٹے ہیں۔ اسی طرح بعض لڑکیاں موٹی نہ ہوتے ہوئے بھی خود کو موٹا سمجھتی ہیں اور خواہ مخواہ ڈائٹنگ کرتی رہتی ہیں۔ موٹاپا دور کرنے کے لئے عزم اور قوتِ ارادی کی ضرورت ہوتی ہے۔

○

اَب تو یوں خانۂ تنہائی میں محبوب آئے
جیسے مجذوب کے گھر دوسرا مجذوب آئے

اس سے کہنے کو گئے تھے کہ محبت ہے بہت
اس کو دیکھا تو شکستہ دل و مجبوب آئے

آگے کیا ہو یہ سخن آج تو یوں ہے جیسے
اپنے نام اپنا ہی لکھا ہُوا مکتوب آئے

ایک دربار کی تصویر میں کچھ اہلِ قلم
وقت کی آنکھ نے دیکھا کہ بہت خوب آئے

دُکھ سے پھر جاگ اُٹھی آنکھ ستارے کی طرح
اور سب خواب ترے نام سے منسوب آئے

ہم نے دل نذر کیا اہلِ محبت کے حضور
ان سے قالت یہ ٹھہایا ہے کہ مغلوب آئے

مَیں تری خاک سے لپٹا ہُوا اے ارضِ وطن
ان ہی عشاق میں شامل ہوں جو معتوب آئے

(جناب عبیداللہ علیم)
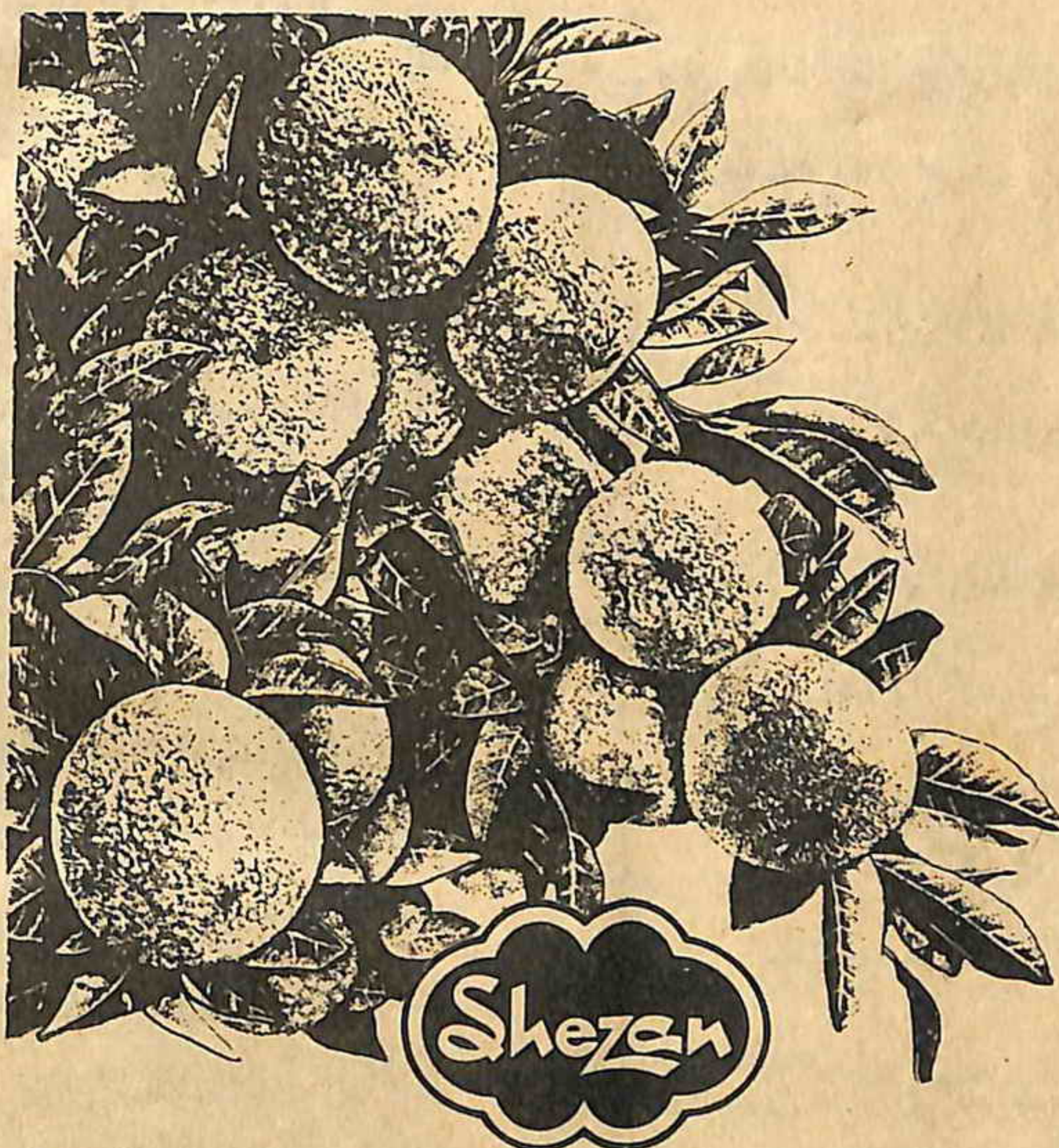
Monthly KHALID RABWAH

Regd. No. L5830 EDITOR MUNIR AHMAD JAVED DECEMBER 1984

یادِ محبوب[1]

برس گذر گئے لیکن وہ بھولتا ہی نہیں ❊ وہ دُور ہو کے بھی رہتا ہے میرے دِل کے قریں

نفس نفس میں جلاتی ہے اُس کی یاد دِیئے ❊ بچھڑ گیا ہے وہ مجھ سے کروں مَیں کیسے یقیں

بسا ہُوا ہے وہ خوشبو کی طرح سانسوں میں ❊ غمِ حبیب امانت ہے۔میری رُوح امیں

نظر میں رہتا ہے یُوں تو ہجوم چہروں کا ❊ مگر نگاہ نے دیکھا نہ کوئی اُس سا حسیں

اُسی کا پیار ہے شبنم سُلگتی آنکھوں کی ❊ اُسی کی یاد میں ڈوبا ہُوا ہے قلبِ حزیں

وہ جانتا تھا ہر اِک دِل کو جیتنے کا فن ❊ اَدائے خندہ لبی اُس کی تھی سَحَر آگیں

وہ تھا مکارمِ اَخلاق کا حسیں پَیکر ❊ رہا شدائدِ حالات میں بھی خندہ جبیں

نسیمِ صُبح کی مانند تھا سفر اُس کا ❊ قدم اُٹھاتا تھا جَب پاؤں چُومتی تھی زمیں

گُھلا ہُوا تھا صَداقت کا نُور آنکھوں میں ❊ نشانِ صُبحِ سعادت تھی اُس کی لَوحِ جبیں

مَیں اُس کا لُطفِ کریمانہ کیسے بھُولوں گا ❊ کہ اُس سے مجھ کو مِلا اپنے شعر و فن کا یقیں

وہ اَب بھی دیتا ہے اِس دِل کو حَوصلا ثاقبؔ
اگرچہ ہو گیا وہ شخص کب کا خُلد نشیں

جنابِ ثاقب زیروی

[1] سیّدی و محبوبی حضرت صاحبزادہ میرزا ناصر احمد نوّر اللہ مرقدہ کی یاد میں ❊